ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

1 جمادی الاولیٰ 1441ھ | جنوری 2020ء

عزم وہمت اور صبر و استقامت کے
90 سال

- حکومتی کارکردگی......حماقتوں کا تسلسل
- ماضی کی ایک اور دیوار گر گئی: مولانا مجاہد الحسینی کا انتقال
- فرشتوں پر ایمان......تقاضے و کوتاہیاں
- اولاد کی تربیت
- مکافاتِ عمل
- جنید حفیظ کیس......کچھ حقائق

احرار اور تحریک مسجد منزل گاہ۔ سکھر

تعمیر جدید دارالقرآن

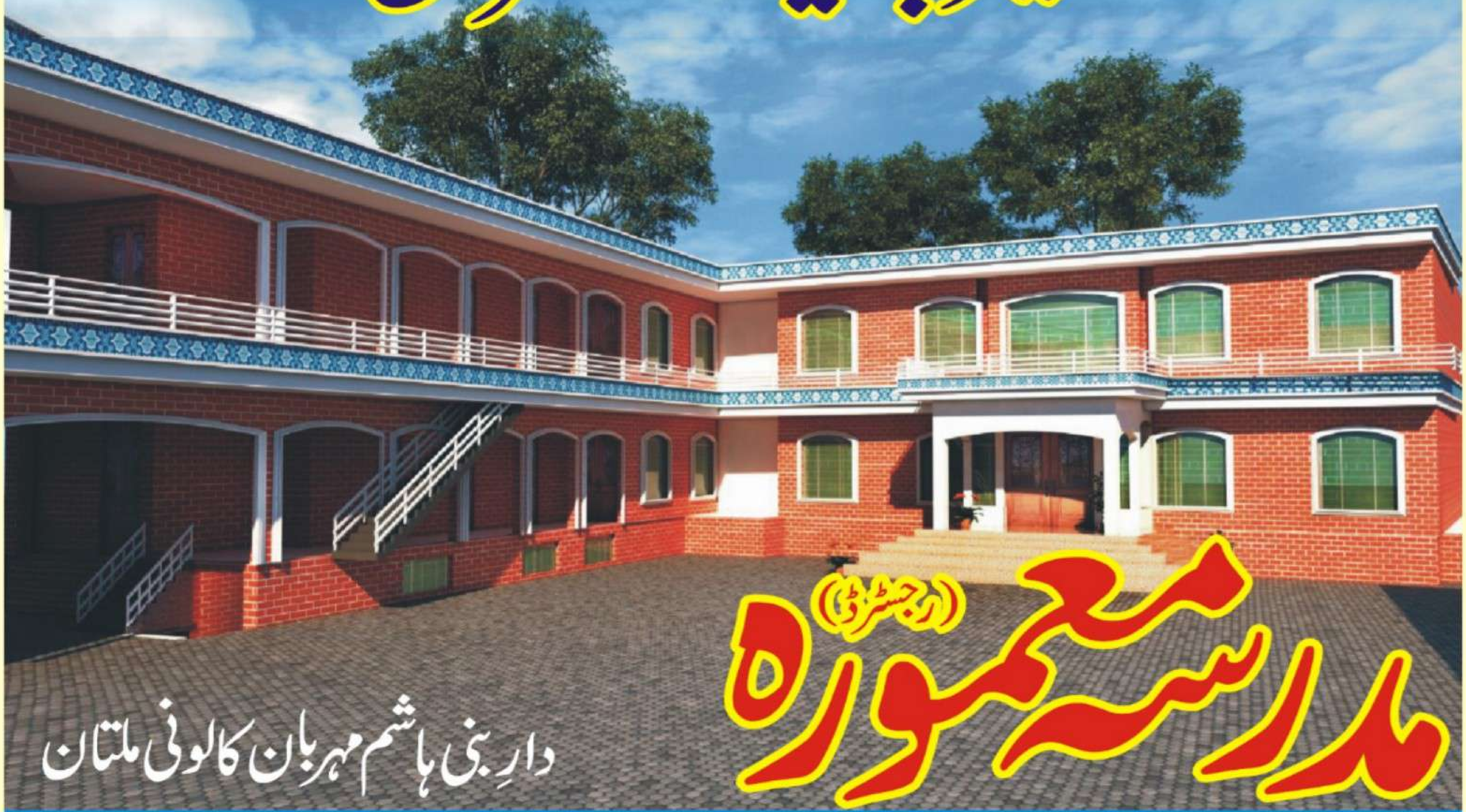

الحمدللہ بیسمنٹ ہال، دارالقرآن، دفاتر اور لائبریری کی تعمیر جدید (17,500,000) ایک کروڑ پچھتر لاکھ روپے سے مکمل ہو چکی ہے۔

☆ درجہ کتب کے طلباء کے لیے درس گاہوں، دارالحدیث، دارالاقامہ پر مشتمل نئی عمارت کی تعمیر باقی ہے جس کا تخمینہ تقریباً (3,00,00,000) تین کروڑ روپے سے متجاوز ہے۔

رابطہ برائے ترسیل زرتعاون: **سید محمد کفیل بخاری** (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010
Branch Code : 0729
THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **0729016006574000**1

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جلد 31 شمارہ 01 جنوری 2020ء / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ

Regd.M.NO.32

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تشکیل

اداریہ:	حکومتی کارکردگی...... حماقتوں کا تسلسل	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	ماضی کی ایک اور دیوار گر گئی: مولانا مجاہد الحسینی کا انتقال	سید محمد کفیل بخاری	4
//	ڈاکٹر سید محمد ابوذر بخاری رحمہ اللہ		
دین و دانش:	نور العیون فی سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم (قسط:۳)	علامہ ابن سید الناس رحمہ اللہ تعالیٰ ترجمہ: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر	6
//	فرشتوں پر ایمان...... تقاضے و کوتاہیاں	مولانا مفتی محمد عبداللہ شارق	11
//	اولاد کی تربیت	مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ	18
افکار:	مکافاتِ عمل	عظمیٰ گل دختر جنرل (ر) حمید گل	21
//	اقتدار کا غرور	مولانا محمد یوسف شیخوپوری	24
//	مفلسی	جمشید حامد ملتانی	27
ادب:	مخمس بر غزل قدسی در نعت سرور کائنات	حکیم مومن خان مومن	28
//	خواہشِ مدینہ	محمد فیاض عادل فاروقی	29
//	رُوداد	امام سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	30
//	پرچمِ احرار	ابوسفیان تائب	31
//	حامد سراج کی "متیا"	حبیب الرحمٰن بٹالوی	32
حالاتِ حاضرہ:	جنید حفیظ کیس...... کچھ حقائق	تحریر و تحقیق: ملتان وکلا سوسائٹی	35
تاریخِ احرار:	احرار اور تحریک مسجد منزل گاہ - سکھر تحریک آزادی کا ایک خونی اور تاریخ احرار کا ایک سنگین باب! (قسط۱)	اثر خامہ: حضرت امام سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	43
آپ بیتی:	میرا افسانہ (قسط:۱۶)	مفکر احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ	48
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	صبیح ہمدانی	55
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	57
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	64

فیضانِ نظر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقائے فکر

عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد

مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار

قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید عطاء اللہ ثالث بخاری

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر

محمد یوسف شاد

0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ---- 300/- روپے

بیرون ملک ---- 5000/- روپے

فی شمارہ ---- 30/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوّۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیلِ نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

حکومتی کارکردگی......حماقتوں کا تسلسل

سید محمد کفیل بخاری

موجودہ حکومت کو برسر اقتدار آئے ڈیڑھ سال ہونے کو ہے۔عوام نے وزیر اعظم عمران خان کے دعووں اور وعدوں کی بنیاد پر جو امیدیں اُن سے اور اُن کی پارٹی تحریک انصاف سے وابستہ کی تھیں، عمرانی حکومت نے اُن سب پر بدستِ خود پانی پھیر دیا ہے۔ ملک کی کشتی سیاسی عدمِ استحکام، معاشی بحران، اقتصادی زبوں حالی اور ہوش ربا مہنگائی کے بھنور میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ جبکہ حکومتی ٹیم اور اس کی کارکردگی میں حماقتوں کے نمونوں کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا، جس کا سارا وبال غریب عوام پر پڑ رہا ہے۔عوام کو نوکریاں اور مکان تو کیا ملنے تھے، ٹماٹر تک نہیں مل رہے۔ بیرونی اور اندرونی قرضوں کی بھرمار اور اس کے نتیجے میں روزمرہ اشیائے ضرورت کے شدید مہنگا ہونے نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔خود وفاقی کابینہ کے ارکان تک ناقص کارکردگی اور ناکام پالیسیوں پر تحفظات کا اظہار کرتے پائے جارہے ہیں۔وزیر اعظم کی زیر صدارت وفاقی کابینہ کے اجلاس میں وزرا نے کہا کہ:

> ''وفاقی حکومت کی جانب سے عوام کو بجلی کی قیمتوں میں اضافے کے بوجھ سے بچانے کے لیے 216 ارب روپے کی سبسڈی کے باوجود قیمتوں میں اضافے پر شدید تحفظات ہیں۔ وراثت میں ملنے والی تباہ حال معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے حکومت کو حاصل ہونے والی کامیابیاں سبوتاژ ہو رہی ہیں۔ فیول پرائس ایڈجسٹمنٹ فیول کی عالمی قیمتوں سے منسلک ہے، جس پر حکومت کا کوئی کنٹرول نہیں۔قیمتوں میں مسلسل اضافے سے لگتا ہے کہ سبسڈی کا فائدہ صارف کو نہیں مل رہا''۔

بجلی کی تو صرف ایک مثال ہے، گیس سمیت روزمرہ گھریلو استعمال کی تقریباً تمام اشیاء کی قیمتوں میں اضافے اس پر مستزاد ہیں۔عوام ہیں کہ بس حکومت کی ناقص پالیسوں کی چکی میں پسے جارہے ہیں۔

گزشتہ مہینے اسلام آباد کی خصوصی عدالت کے جج جسٹس وقار سیٹھ نے سابق ڈکٹیٹر پرویز مشرف کو ہائی ٹریژن کے مقدمے میں سزائے موت سنائی۔انھیں یہ سزا آئین شکنی کے جرم میں سنائی گئی۔حیرانی کی بات ہے کہ عمران خان اور ان کے 'آجو باجو' والے اقتدار میں آنے سے پہلے پرویز مشرف کو سزا دینے کا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔اقتدار میں آکر کمزور اور طاقت ور کی تفریق ختم کر کے انصاف قائم کرنے کا دعویٰ کرتے رہے، لیکن آج طاقت ور کے خلاف فیصلہ کرنے والے جج کو پاگل اور ذہنی مریض قرار دیا جارہا ہے۔

حکومت بودی دلیلوں کے سہارے پرویز مشرف کے دفاع میں کھڑی ہو کر خود اپنے دعووں کی نفی کر رہی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ پرویز مشرف نے ملک کے لیے دو جنگیں لڑی ہیں، وہ غدار نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ابھی مہینہ پہلے بریگیڈیئر رضوان کو غدار قرار دے کر سزائے موت سنائی گئی، جبکہ وہ بھی گزشتہ 35 سال سے فوج کے ساتھ محاذ پر رہا تھا۔ آئین شکنی کوئی بھی کرے بہرحال غداری ہے۔ پھر جسٹس وقار سے پہلے جنرل جمشید گلزار نے پرویز مشرف کو ''غدارِ کارگل'' کہا، جنرل حمید گل نے اس کو ''بلڈی امریکی ایجنٹ'' کہا، جنرل شاہد عزیز نے اسے ''غدارِ ملت اور قاتل لال مسجد'' کہا اور جنرل اسد درانی نے بھی اسے ''غدارِ کارگل'' کہا۔

سوال یہ ہے کہ کیا جنرل پرویز مشرف نے سول حکومت پر ٹیک اوور نہیں کیا تھا؟ کیا انھوں نے ماورائے آئین و قانون اقدامات کے لیے ایمرجنسی (بلکہ ایمرجنسی پلس) نہیں لگائی تھی؟ اور کیا آئین میں ان اقدامات کو آئین شکنی نہیں قرار دیا گیا؟ اور ان اقدامات کی سزا مجموعہ تعزیراتِ پاکستان میں آخر کیا مقرر کی گئی ہے؟ پرویز مشرف نے خود اپنی کتاب میں اعتراف کیا کہ اس نے امریکہ کو مطلوب افراد حوالے کر کے پیسے لیے۔ اس نے افغان سفیر ملا عبدالسلام ضعیف، ڈاکٹر عافیہ صدیقی اور ایک چھ ماہ کے بچے سمیت نامعلوم تعداد میں پاکستانی شہریوں کو امریکہ کے حوالے کیا اور اس حوالے سے کسی قانونی و آئینی پابندی کی پرواہ نہ کی۔ آخر ان اقدامات کو حب الوطنی کے کس معیار پر دیکھا اور میزان میں تولا جائے؟ اس فیصلے کے حوالے سے کی جانے والی مخالفانہ سرگرمیاں اور اداروں کا تصادم انتہائی افسوس ناک ہے۔ کہا گیا کہ ٹرائل میں کیس کے تقاضے پورے نہیں کیے گئے۔ یہ بھی حکومت کا نہیں اعلیٰ عدلیہ کا کام ہے کہ وہ اس حوالے سے بھی جائزہ لے۔ ایک سوال عوام کا بھی ہے کہ سانحۂ ساہیوال کے مظلوم اور معصوم بچوں کو انصاف ملا؟ کیا اس کیس میں انصاف کے تقاضے پورے کیے گئے؟ یا کبھی کیے جائیں گے؟ اس سوال کا جواب عوام کس درگاہ سے حاصل کریں؟

حکمران پرویز مشرف کے خلاف عدالتی فیصلے کو اسی طرح قبول کریں جس طرح اپوزیشن رہنماؤں کے خلاف فیصلوں پر جشن مناتے ہیں۔ لیکن یہاں بھی حسبِ روایت یوٹرن لیا جا رہا ہے۔ نواز، زرداری اور ان کے ساتھی گرفتار ہوں تو جشن، ضمانت پر رہا ہوں تو وزیر مملکت شہریار آفریدی فرماتے ہیں کہ ''یہ ضمانتوں کا موسم ہے''۔

حال ہی میں کوالالمپور میں اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ وزیراعظم نے خود اس میں شرکت کا وعدہ کیا لیکن عین وقت پر انکار کر دیا۔ جبکہ اس اسلامی کانفرنس نے مسئلہ کشمیر پر پاکستان کا مؤقف دہرایا اور مظلوم کشمیریوں کے حقوق کے تحفظ کی بات کی۔ شاید مہاتیر محمد اور طیب اردوان، عمران خان کی جنرل اسمبلی میں تقریر سن کر خوش فہمی میں ہمارے وزیراعظم صاحب کو سنجیدہ لے گئے تھے۔ خاں صاحب کے اس بین الاقوامی سطح کے یوٹرن نے اسلامی دنیا میں پاکستان کے بارے میں تاثر بری طرح مسخ کیا۔ خدارا ملک کے حال پر رحم کریں، بے وقوفیوں کے اس سفر کو کہیں بریک لگائیں اور پاکستانی معاشرے کو تصادم سے بچائیں۔ ہمارا وطن مزید حماقتوں کا متحمل نہیں۔

ماضی کی ایک اور دیوار گر گئی: مولانا مجاہد الحسینی کا انتقال

سید محمد کفیل بخاری

مولانا مجاہد الحسینی رحمہ اللہ تحریک ختم نبوت 1953ء کے مرکزی سطح کے کارکن، قائدِ احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے رفیق اور جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذ بخاری رحمہ اللہ کے ہم درس تھے۔ وہ روز اول سے مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے اور آخر دم تک احراری رہے۔ انہوں نے تعلیم کا آغاز جامعہ خیر المدارس جالندھر میں کیا اور دورہ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے کیا۔ وہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے ممتاز تلامذہ میں تھے۔ تحریک ختم نبوت 1953ء میں حضرت امیر شریعت اور دیگر رہنماؤں کی رفاقت میں جیل کاٹی۔ مجلس احرار اسلام کے اجتماعات میں بڑے اہتمام سے شریک ہوتے۔ خصوصاً مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت وخطاب کرتے۔ مولانا مرحوم نے برصغیر کی ہر قد آور سیاسی و دینی شخصیت کو قریب سے دیکھا، مگر وابستگی مجلس احرار ہی سے اختیار کی۔ وہ ملک کے زندہ سینئر صحافیوں میں سے شاید بزرگ ترین شخصیت تھے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے ترجمان روزنامہ آزاد لاہور، روزنامہ نوائے پاکستان لاہور ہفت روزہ خدام الدین لاہور اور اپنے جاری کردہ ہفت روزہ ساربان لاہور، ماہنامہ صوت الاسلام فیصل آباد کے مدیر رہے۔ مختلف اخبارات اور رسائل وجرائد میں ان کے مضامین اور کالم شائع ہوتے رہے۔ مولانا مجاہد الحسینی رحمہ اللہ ایک کہنہ مشق صحافی، نثر نگار اور خطیب تھے۔ انہوں نے شاعری بھی کی، نعتیں، نظمیں اور غزلیں کہیں۔ انہوں نے پاک وہند کے جید علماء ومشائخ، دینی وسیاسی رہنماؤں، صحافی، ادباء اور شعراء کو دیکھا اور ان کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل کی۔ وہ تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کے عینی شاہد تھے جبکہ تحریک ختم نبوت میں باقاعدہ حصہ لیا۔ جب تک زندہ رہے، خوش طبعی اور زندہ دلی سے محفلوں کو لالہ زار بنائے رکھا۔

وہ تاریخ برصغیر پاک وہند کا نادر ونایاب ریکارڈ رکھتے تھے۔ اللہ کرے کہ ان کے اقربا اس تاریخی وقومی امانت کو افادہ عام کے لیے کسی لائبریری میں محفوظ کر کے ان کے لیے صدقہ جاریہ کا انتظام کریں۔ مولانا مرحوم نے تقریباً چھیانوے سال کی طویل عمر پائی۔ ان کا انتقال ۱۷ر دسمبر ۲۰۱۹ء کو فیصل آباد میں ہوا، نمازِ جنازہ کی امامت راقم الحروف نے کی۔ پسماندگان میں ایک بیوہ، ایک بیٹی اور ایک بیٹے پروفیسر ابوبکر صدر ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا کے حسنات قبول فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ڈاکٹر سید محمد ابوذر بخاری رحمہ اللہ

معروف سرجن ڈاکٹر سید محمد ابوذر بخاری رحمہ اللہ 18 دسمبر 2019ء بروز بدھ 11 بجے رات انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یکم جنوری 1961ء کو موضع دین پور، عبدالحکیم ضلع خانیوال میں پیدا ہوئے۔ مرحوم میرے سب سے

چھوٹے چچا اور مولانا سید عطاء المنان بخاری کے حقیقی ماموں تھے۔ ان کے والد ماجد اور میرے دادا جان حضرت سید محمد شفیع شاہ بخاری رحمہ اللہ بہت صالح اور ولی اللہ تھے، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ حضرت مدنی کے خلیفہ مجاز حضرت پیر خورشید احمد شاہ ہمدانی رحمہ اللہ بھی عبدالحکیم میں قیام پذیر تھے۔ ان کی صحبت صالح نے تقوی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ دادا جی اور حضرت پیر صاحب بہت گہرے دوست تھے، اسی صحبت کے فیض سے آپ نے اپنی بچیوں اور بچوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ چار بیٹے حافظ قرآن تھے، ڈاکٹر ابوذر صاحب کو بھی حافظ بنایا، ماشاء اللہ قرآن خوب یاد تھا۔

وہ اپنے پیشے میں بھی بہت مخلص اور غریب پرور تھے، غریب مریضوں سے حسن سلوک کرتے، مفت ادویات دیتے اور بہت کم فیس میں آپریشن کر دیتے۔ ڈاکٹر ابوذر صاحب کان، ناک اور گلے کے سرجن تھے۔ انہوں نے جتنے آپریشن کیے سب کامیاب ہوئے، مریض ان کے حسن سلوک پر انہیں دعائیں دیتے ہیں۔

ڈیڑھ سال قبل ان کے بڑے بھائی اور میرے سسر جناب حافظ سید غلام مصطفیٰ شاہ بخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آج وہ راہیٔ ملک عدم ہوئے۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے، پسماندگان میں دو بیوہ، دو بیٹے سید ثوبان بخاری، سید حنظلہ علی بخاری اور تین بیٹیاں ہیں۔

اللہ تعالی تمام لواحقین خصوصا آپ کے بھائیوں سید مرتضی بخاری، سید عقیل شاہ، سید محمد امجد شاہ صاحب، سید انور شاہ اور سید محمد یوسف شاہ، بہنوں، بھانجوں، بھتیجوں اور تمام اعزہ کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

19 دسمبر، جمعرات بعد ظہر آبائی گاؤں چاہ شاہ والا، دین پور، عبدالحکیم میں آپ کے بھانجے مولوی سید زین العابدین نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے والدین اور بھائیوں ساتھ آسودہ خاک ہوئے۔

پانچ باتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کون ہے جو مجھ سے یہ باتیں (جو میں بتانا چاہتا ہوں) حاصل کرے پھر ان پر خود عمل کرے یا کسی ایسے شخص کو بتادے جو ان پر عمل کرے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایسا کروں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں (پانچوں انگلیوں پر) گنائیں۔''

(۱) حرام چیز سے بچ تو سب سے زیادہ عابد ہوگا۔
(۲) جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس پر راضی رہ، تو سب سے زیادہ مالدار ہوگا۔
(۳) اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کر تو مومن ہوگا۔
(۴) لوگوں کے لیے وہ پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے تو مسلم ہوگا۔
(۵) زیادہ نہ ہنس کیونکہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۴۰)

نور العیون فی سیرۃ الامین المامون صلی اللہ علیہ وسلم قسط:۳

علامہ ابن سید الناس رحمہ اللہ تعالی مترجم: ڈاکٹر ضیاء الحق قمر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اپنے پیچھے نہ چلنے دیتے بلکہ فرماتے:

''میری پشت فرشتوں کے لیے خالی چھوڑ دو۔'' (1)

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سواری پر تشریف فرما ہوتے تو کسی کو پیدل نہ چلنے دیتے بلکہ اسے اپنے ہمراہ سوار کر لیتے اگر وہ تعظیماً انکار کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے جدھر جانا چاہتے ہو مجھ سے پہلے چلے جاؤ۔

جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی خاطر مدارت فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بھی تھے اور باندیاں بھی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے اور لباس میں ان سے امتیاز نہ فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دس سال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ سفر و حضر میں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل رہی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری خدمت گزاری سے بڑھ کر میرا خیال فرماتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی اف تک بھی نہیں فرمایا اور نہ ہی میرے کیے ہوئے کسی کام پر فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور نہ ہی میرے کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ (2)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری پکانے کا حکم فرمایا تو ایک صحابی نے کہا یارسول اللہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ، دوسرے نے عرض کیا میں اس کی کھال اتارتا ہوں، تیسرے نے کہا اسے پکانے کا ذمہ میرا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم یہ سب کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم یہ سب کر لو گے لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں تم سے ممتاز رہوں۔ کیونکہ اللہ تعالی کو یہ بات ناپسند ہے کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہو کر بیٹھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور لکڑیاں جمع کیں۔ (3)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے، نماز کے لیے ٹھہرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کی طرف لوٹے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ، کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اونٹنی کو باندھنے جا رہا ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم آپ کی سواری کو باندھ دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی کسی سے کوئی مدد نہ لے اگرچہ وہ مسکواک کے نرم کرنے کی ہی کیوں نہ ہو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں بیٹھتے تو اللہ کا ذکر کرتے اور جب مجلس برخاست فرماتے تب بھی اللہ کا ذکر کرتے۔ جب کسی مجلس میں تشریف لاتے تو ایک طرف بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا حکم فرماتے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں ہر رکن مجلس کو برابر توجہ سے نوازتے، کوئی یہ محسوس نہ کرتا کہ کوئی دوسرا اس سے بڑھ کر قابلِ تکریم ہے۔ اور جب کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک وہ خود نہ اٹھتا۔ ہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضروی کام درپیش ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اجازت لے کر اٹھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب سے کبھی ایسی بات نہ فرماتے جو اسے پسند نہ ہوتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا بلکہ معاف کردیتے اور درگزر فرماتے۔(4)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین سے محبت فرماتے، ان کے ساتھ نشست وبرخاست کرتے اور ان کے جنازوں میں بھی شامل ہوتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی فقیر کو اس کے فقر کی وجہ سے حقیر نہیں جانا اور نہ ہی کبھی کسی بادشاہ کی بادشاہت سے مرعوب ہوتے۔

اللہ کی نعمت کی قدر کرتے اگرچہ وہ کم مقدار میں ہی کیوں نہ ہوتی اور اسے کبھی حقیر نہ سمجھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر پسند ہوتا تو کھا لیتے ورنہ اسے چھوڑ دیتے۔(5)

آپ صلی اللہ علیہ پڑوسی کے حقوق کا بہت خیال رکھتے، اپنے مہمان کا اکرام فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ تبسم فرمانے والے اور خوش رو تھے۔

اللہ کے کاموں اور ضروری امور کے علاوہ اور کسی کام میں اپنا وقت صرف نہ فرماتے۔ جب کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے۔ لیکن اگر آسانی والے کام میں قطع رحمی کا امکان ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے سب زیادہ بچنے والے ہوتے۔(6)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے خود مرمت کرتے اور کپڑوں کو بھی خود پیوند لگا لیتے۔(7)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے، خچر اور گدھے پر بھی سواری فرماتے۔ (اور بوقت ضرورت) سواری پر اپنے پیچھے اپنے غلام یا کسی اور شخص کو بھی بٹھا لیتے۔

اپنے گھوڑے کا منہ اپنی آستین یا چادر کے پلو سے صاف کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال کو پسند فرماتے اور بدشگونی کو ناپسند فرماتے۔(8)

جب کوئی پسندیدہ خبر ملتی تو **الحمد للّٰہ رب العالمین** فرماتے۔ اور جب کوئی ناپسندیدہ خبر ملتی تو **الحمد للّٰہ علی کل حال** پڑھتے۔(9)

کھانا کھانے کے بعد (جب) دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ أَرْوَانَا وَ جَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ.(10)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر قبلہ رخ تشریف فرما ہوتے، اکثر ذکر میں مشغول رہتے۔

نماز طویل کرتے اور خطبہ چھوٹا پڑھتے۔

ایک ہی مجلس میں سوسو بار استغفار فرماتے۔(11)

نماز کے دوران خوفِ خدا کے غلبہ کے وجہ سے روتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ہنڈیا کے ابلنے کی طرح آوازیں آتیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پیراور جمعرات کا روزہ رکھتے۔ ہر مہینے میں تین دن (12) اور عاشوراء کا روزہ رکھتے۔(13)

بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن روزہ نہ رکھتے۔(14)

شعبان کے مہینے میں اکثر روزہ رکھتے۔(15)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتیں مگر قلب اطہر وحی الٰہی کا منتظر رہتا۔(16) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تو سانس کی ہلکی سی آواز آتی۔(17) اور بلند آواز خراٹے نہیں ہوتے۔

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھتے تو فرماتے:

هو الله لا شريك له ۔(18)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لاتے تو فرماتے:

رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ (19)

اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے تو یہ فرماتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیْہِ النُّشُوْرُ (20)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صدقہ کی چیز نہیں کھائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ تناول فرم لیتے۔(21) اور جواباً بھی ہدیہ عنایت فرماتے۔(22) اور کھانے میں کوئی تکلف نہ فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے۔(23)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی۔(24)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کے ساتھ بھی روٹی تناول کی اور فرمایا کہ ''سرکہ بہت ہی اچھا سالن ہے''۔(25)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی (26) اور مرغابی کا گوشت بھی تناول فرمایا۔(27)

کدو (28) اور بکری کی دستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوب غذا تھی۔(29)

زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرتے اور اس کی مالش بھی کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زیتون کھاؤ اور اس کی مالش کرو، بے شک یہ مبارک درخت کا تیل ہے''۔(30)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور کھانے کے بعد ان کو چاٹ لیتے۔(31)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کی روٹی خشک کھجور کے ساتھ، تربوز اور ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ (32) اور خشک کھجور مکھن

کے ساتھ تناول فرماتے۔(33)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شیرینی بھی پسند تھی۔(34)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر پانی پیتے اور (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) کبھی کبھی کھڑے ہو کر بھی پانی پیا۔(35)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین سانسوں میں پانی پیتے اور سانس لیتے وقت برتن کو منہ سے ہٹا لیتے۔(36)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے اصحاب کو) جب (کبھی) پانی یا دودھ پلاتے تو اپنی داہنی جانب سے شروع فرماتے۔(37)

حواشی

1۔مسند الامام احمد بن حنبل: 398/3۔

2۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 2768۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2309

3۔کشف الخفاء، العجلونی: 292/1

4۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 4838، سنن ترمذی، حدیث نمبر 2016

5۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 3563۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2064۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 2031۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3763، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3259

6۔صحیح بخاری حدیث نمبر 3560۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2327، سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4785

7۔المنتخب من مسند عبد بن حمید، حدیث نمبر 1482

8۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3536

9۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3803

10۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 3396۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3850۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3283

11۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2702۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 1515

12۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 752۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2450

13۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 2003۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 1129

14۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 742

15۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 1969۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 1156۔سنن نسائی، حدیث نمبر 2350

16۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 1147۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 738۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 439

17۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 689۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 763

18۔السنن الکبریٰ الامام النسائی، حدیث نمبر 10418

19۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 3398۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 5046

20۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 6312۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 5049۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3880
21۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 2576۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 1077
22۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 2585۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1953
23۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2040۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 2371
24۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 1344۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 523
25۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2051۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1840۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3821، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3316۔سنن دارمی، حدیث نمبر 2048۔سرح السنہ، الامام البغوی، حدیث نمبر 2861۔الجامع الصغیر، الامام السیوطی، حدیث نمبر 9267
26۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 5517۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1827
27۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1828۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3797
28۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 2092۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2041۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1850۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3782
29۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 3340
30۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1851۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3319۔مسند الامام احمد بن حنبل، 497/3، کشف الخفاء، العجلونی، حدیث نمبر 9
31۔سنن دارمی، حدیث نمبر 2033
32۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 5440۔صحیح مسلم حدیث نمبر 2043۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1844۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3855۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3325
33۔سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 3837۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3334
34۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 5268
35۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1883۔شرح السنہ، الامام البغوی، حدیث نمبر 3048
36۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 5631۔صحیح مسلم، حدیث نمبر 2028۔سنن ترمذی، حدیث نمبر 1884۔سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3416
37۔صحیح بخاری، حدیث نمبر 2351

(جاری ہے)

فرشتوں پر ایمان......تقاضے وکوتاہیاں

مولانا مفتی محمد عبداللہ شارق

ایمان بالملائکہ سے مقصود؟

اللہ کی وہ بہت سی غیبی مخلوقات جو ہمیں نظر نہیں آتیں اور ہم بحیثیت مسلمان ان کی موجودگی پر یقین رکھتے ہیں، ان میں فرشتے، جن اور شیاطین شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی نہ جانے خدا کی کیا کیا اور کون کون سی مخلوقات ایسی ہوں گی جو اس کائنات میں موجود ہوں گی، لیکن ہم ان کے نام تک سے واقف نہیں۔ ہم انسانوں کو، نظر نہ آنے والی ان غیبی مخلوقات میں سے بطورِ خاص صرف فرشتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے تو ارشاد فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، روزِ قیامت پر، اچھی بری تقدیر کا خالق خدا کو ماننے پر اور موت کے بعد پھر سے زندہ ہونے پر ایمان لے آئے۔'' اسی طرح قرآن میں ہے: ''مومن سب کے سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔''

ایمان کا لغوی معنی یوں تو دل سے کسی چیز کو فقط مان لینا اور تسلیم کر لینا ہے، مگر قرآن وحدیث میں ہمیں ان چیزوں پر ایمان لا کر گویا ان کے ساتھ ایک قسم کا تقدس، احترام اور قلبی تعلق قائم کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، اسی وجہ سے ان سب کی نسبت اللہ کی طرف بھی کی گئی ہے کہ اللہ کے فرشتے، اللہ کی کتابیں اور اللہ کے رسول، نیز اسی وجہ سے جنوں اور شیاطین پر ''ایمان'' لانے کا ہمیں کوئی حکم نہیں دیا گیا، حالانکہ وہ بھی غیبی مخلوقات ہیں اور رسول ہی کے بتانے سے مومنین ان مخلوقات کی بھی فی الواقع موجودگی پر یقین رکھتے ہیں، وجہ یہ کہ ان کے ساتھ احترام اور تقدس کا کوئی قلبی رشتہ قائم کروانا مقصود نہیں ہے۔

ایمان بالملائکہ (فرشتوں پر ایمان) کا ایک بہت بڑا مقصود یہی تھا اور اسی وجہ سے قرآن میں ان فرشتوں کے ایسے ایسے احوال بتائے گئے ہیں کہ جن سے فرشتوں کے ساتھ مومنین کے اس قلبی تعلق کی مزید آبیاری ہوتی ہے اور اسے مزید پختگی حاصل ہوتی ہے، نیز احادیث میں بہت سے اعمال کا شوق دلانے کے لیے محض یہ بتایا گیا ہے کہ ان اعمال کو کرنے سے انسان کو خدا کی اس مقرب اور مقدس نورانی مخلوق کا ساتھ، معیت اور قرب حاصل ہوتا ہے اور ان کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں، جبکہ کئی اعمال کی نحوست بتلانے کے لیے صرف اتنا ہی کہا گیا ہے کہ ان کی وجہ سے فرشتے انسان سے دور ہو جاتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ فرشتوں کا تقرب حاصل کرنے کا شوق اس آدمی کو ہوگا جس میں فرشتوں کے لیے تقدس اور احترام کا کوئی جذبہ موجود ہے اور وہی آدمی ہی ان کے دور ہو جانے کو اپنے لیے نقصان اور محرومی کی بات بھی سمجھے گا۔ جبکہ جس آدمی کے دل میں ان کے لیے یہ جذبات واحساسات موجود نہیں ہیں تو اسے ظاہر ہے کہ اس سے بھی کوئی غرض نہیں ہوگی کہ فرشتے اس کے پاس ہیں یا اس سے دور۔

فرشتے افضل یا بشر؟

علماء کے ہاں ایک بحث عرصہ دراز سے چلی آ رہی ہے کہ آیا فرشتے انسانوں سے افضل ہیں یا انسان فرشتوں سے

اور دونوں طرف کے علماء نے اپنے اپنے حق میں دلائل بھی دیے ہیں، مگر جیسا کہ ایک شافعی عالم تاج الدین سبکی نے لکھا ہے: ہم سے اس بارہ میں کوئی سوال نہیں ہوگا کہ تم فرشتوں کو انسانوں سے افضل سمجھتے تھے یا انسانوں کو فرشتوں سے (النبر اس۔ صفحہ 602) اور خود جن حضرات نے اس موضوع پر دادِ تحقیق دی ہے تو خود انہی کے نزدیک اس موضوع پر بحث کر لینے کے بعد بھی کوئی قطعی اور حتمی نتیجہ فراہم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس سلسلہ میں کوئی قطعی دلیل موجود ہے۔ چنانچہ تفتازانی لکھتے ہیں: ''لاخفاء فی أن هذه المسئلة ظنية يكتفى فيها بالأدلة الظنية'' یعنی ''اس بات میں کوئی ابہام نہیں ہے کہ یہ مسئلہ بہر حال ایک غیر یقینی مسئلہ ہے اور اس کا تمام تر دار و مدار غیر یقینی دلائل ہی پر ہے۔'' (شرح العقائد النسفیہ مع شرحہ النبر اس۔ صفحہ 598) اور شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: ''هذه المسئلة من قسم ما لم ينطق به الكتاب ولم يستفض الحديث ولم يتكلم فيه الصحابة'' (حجۃ اللہ البالغہ بحوالہ حاشیہ برخوردار ملتانی علی النبر اس) شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ میں کوئی رائے دینے سے گریز کیا ہے اور سکوت و توقف اختیار کیا ہے۔ (النبر اس۔ صفحہ 602)

بے شک انسان بہت سی مخلوقات سے افضل ہے اور یہ بات قرآن میں بھی موجود ہے اور اس نسبت سے اسے اشرف المخلوقات کہنے میں بھی شاید کوئی حرج نہیں ہے، مگر کیا انسان فرشتوں سے بھی افضل ہے تو آپ جان چکے ہیں کہ یہ مسئلہ غیر یقینی ہے اور امام ابوحنیفہ کی طرح اس میں توقف اختیار کرنا ہی درست معلوم ہوتا ہے۔ نیز احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کا احترام فرمایا کرتے تھے، چنانچہ منقول ہے کہ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ میں شرکت کے لیے تشریف لے جانے لگے تو سواری پیش کی گئی کہ اس پر سوار ہو کر آپ تشریف لے چلیں، لیکن آپ نے انکار کر دیا، جنازہ سے جب واپسی ہوئی تو دوبارہ سواری پیش کی گئی اور اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کر لیا اور اس پر سوار ہو کر واپس تشریف لائے، جب پوچھا گیا کہ پہلے سواری قبول نہ کرنے اور بعد میں کر لینے میں کیا کوئی خاص حکمت تھی تو ارشاد فرمایا کہ جی ہاں! جنازہ کے ساتھ جانے والوں میں پہلے فرشتے بھی شریک تھے اور مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ وہ پیدل چل رہے ہوں اور میں سوار ہو کر جاؤں، جنازہ کے بعد چونکہ وہ چلے گئے تھے، اس لیے میں سوار ہو گیا۔ (ابوداود۔ حدیث نمبر 3177)

حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتہ ہونے کو قابلِ رشک چیز سمجھنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرشتوں کے احترام میں سواری پر سوار نہ ہونا ہمیں بتلاتا ہے کہ فرشتے اللہ کے مقربین کی نظر میں بھی قابلِ رشک اور قابلِ احترام مخلوق ہیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ نے ہم انسانوں کے سامنے ان کا تعارف ہی اس طریقہ سے کرایا ہے کہ خود بخود ہمارے دل میں ان کے لیے احترام کے جذبات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، نیز ان پر ایمان لانے کا خصوصی حکم دے کر گویا ان کے ساتھ ایک احترام کا رشتہ قائم کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ ہمیں آج یہ تو یاد رہتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو آدم کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ ہی نے ہمیں پھر ان فرشتوں پر ایمان لانے کا حکم بھی دیا ہے، ان کی نسبت اپنی ذات کی طرف کی ہے کہ یہ میرے فرشتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ متقاضی ہے ان کے احترام کا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اللہ کے رسولوں کا معاملہ تو فرشتوں کے بارہ میں وہ ہو جس کا اوپر ذکر ہوا اور ہم گنہ گاروں کی حالت یہ ہو کہ ہمارے سامنے جب بھی ان کا تذکرہ ہو تو بس یہ کہہ کر ساری بات ہی ختم کر دیں کہ انسان فرشتوں سے افضل ہیں۔ واضح رہے کہ جو علماء انسان کو فرشتوں سے افضل

بتاتے ہیں تو وہ بھی فرشتوں کے لیے شاید ایسے روکھے رویہ کے قائل نہیں جیسا کہ آج ہم میں سے بعض میں پیدا ہو چکا ہے۔ فرض کیجئے کہ اگر انسان فرشتوں سے افضل ہو بھی تو یہ معاملہ آخرت کے متعلق ہے اور آخرت کا سارا دار و مدار حسنِ خاتمہ پر ہے، جبکہ حسنِ خاتمہ کی کسی کو خبر نہیں۔ ہمیں فرشتوں کے متعلق اپنے رویوں کا احتساب کرنا چاہئے تا کہ ان کے حوالہ سے وارد شدہ آیات واحادیث کا نور ہم پوری طرح حاصل کر سکیں اور ان سے پورا پورا مستفیض ہو سکیں۔

یہ کہنا کہ انسان چونکہ آزمائش میں ہے اور فرشتے کسی آزمائش میں نہیں، اس لیے آزمائش کے اندر پورا اترنا انسان کو فرشتوں سے افضل بناتا ہے، یہ کوئی پختہ استدلال نہیں کیونکہ شرف وفضیلت ان علمی نکات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ اللہ کی عطاء سے حاصل ہوتی ہے اور وہ جسے چاہے، جیسے چاہے، جتنی چاہے فضیلت عطاء فرمائے، یہ کوئی ناانصافی کی بات نہیں۔ کم درجہ والے کو بھی وہ جو کچھ عطا فرماتا ہے، وہ محض اس کا احسان ہوتا ہے اور احسان کرنے والے کی مرضی ہوتی ہے کہ وہ جس پر چاہے، جتنا چاہے کرے۔ ہم یہاں پر اس بحث میں نہیں پڑ رہے کہ فرشتے انسان سے افضل ہیں یا انسان فرشتوں سے، بلکہ ہم صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ غیر یقینی ہے اور اس بحث میں پڑے بغیر فرشتوں سے متعلق اپنا رویہ درست کرنے میں ہماری بھلائی ہے۔ آخرت میں ہمارا جو اور جتنا حصہ ہوگا، وہ ہمیں ہر حال میں ملے گا۔ ہمیں اس معاملہ میں فرشتوں کی تقلید کرنا چاہئے کہ جب انہیں آدم کو سجدہ کرنے کو کہا گیا تو ''ہم افضل یا آدم افضل'' کی کسی بحث میں پڑے بغیر انہوں نے بلاتوقف اللہ کے حکم کو پورا کیا، بعینہ اسی طرح ہمیں بھی کسی غیر ضروری بحث میں الجھے بغیر فرشتوں پر ایمان کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔

فرشتے؛ قابلِ رشک مخلوق

آسمانوں میں رہنے والی مخلوق، نافرمانی سے پاک اور توجہ الی اللہ کے نور سے سرشار رہنے والی مخلوق، خدا کے کارکنان بننے کا جنہیں اعزاز حاصل ہو، جنہیں صرف خدا پرستی اور خدا مستی کی دھن ہو، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جن کی آمد کا انتظار کرتے ہوں، جن کا آنا خدا کے حکم کا آنا اور جن کا جانا خدا کے حکم کا جانا ہو، جو سر سجدہ میں رکھیں تو سر اٹھانا بھول جائیں، جن کی تعریف خود ان کا پروردگار کرے کہ وہ محترم ہیں، میری فرماں برداری میں مصروف رہتے ہیں، اور تھکتے نہیں، نومولودوں کی قسمت لکھنا، زندوں کی نگرانی کرنا، بوقتِ موت ارواح کو قبض کرنا، زمین کے معاملات کو اٹھا کر اوپر لے جانا اور اوپر کے احکام کو نیچے لے آنا اور خدا کی اطاعت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا، نظامِ عالم کی تدبیر و تنظیم کے لیے خدا نے جن کا انتخاب کیا ہو، یادِ الٰہی کے موقعوں کی جو تلاش میں رہتے ہوں، جھوٹ سے جن کو بدبو آتی ہو، شیطان کے مقابلہ میں جو انسان کو نیکیوں کی تلقین کریں، عذاب نازل کرنے کے لیے یا کسی کی مدد فرمانے کے لیے خدا جنہیں اپنا کارندہ بنا کر روانہ کرے، جن کے تذکرہ سے قرآن وحدیث کا کوئی جز و خالی نہ ہو، جن کی دوستی خدا کی محبت کی علامت اور جن کی دشمنی خدا کی دشمنی کے مترادف ہو، ان کا ساتھ پانے، ان کے قریب رہنے اور ان کا دوست بننے کا شوق کس مومن کو نہیں ہوگا۔ قرآن وحدیث میں کثرت سے ہونے والا ان کا تذکرہ اسی لیے ہے کہ ہم ان کے بارہ میں سوچنے کے عادی بنیں، ان کے بارہ میں سوچنا خدا کے بارہ میں سوچنا اور ان کو بھول کر اس کائنات کو محض مٹی گارا سمجھنا جس کے دکھ سکھ، صحت و بیماری، موت وحیات، دن رات، سردی گرمی، جوانی اور بڑھاپا، نر و مادہ، اندھیرا اور اجالا کسی غیبی نظام کے بغیر چل رہے ہیں، خدا کو بھولنا ہے۔

جن کو دوست بنانے، جن کا قرب پانے، جن کی طرف توجہ رکھنے اور جن کی دعاؤں میں شامل ہونے کی ترغیب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہو، ان کی دوستی، انکا قرب اور ان کی دعائیں کتنی بابرکت ہوں گی؟ نیز جن کی دوری کا ذریعہ بننے والے اعمال سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کراہیت فرمائی ہو اور ان سے روکا ہو، ان ہستیوں کی دوری کتنی محرومی کا ذریعہ ہوگی؟ جن کا زمین پر آنا زمین والوں کے لیے برکت کا ذریعہ بتلایا گیا ہو اور جن کی آمد کی خبر ملنے پر ہمیں خدا سے اس کا فضل مانگنے کو کہا گیا ہو، چنانچہ اللہ جل شانہ نے لیلۃ القدر کے فضائل کے ضمن میں ایک فضیلت یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اس شب فرشتے اور جبریل زمین پر اتر آتے ہیں، نیز ارشادِ نبوی کا مفہوم ہے کہ گدھا جب ہینگتا ہے تو شیطان کو دیکھتا ہے، اس وقت اللہ سے حفاظت کی دعا مانگ لو، جبکہ مرغا بانگ دیتا ہے تو فرشتہ کو دیکھتا ہے، اس وقت اللہ سے اس کا فضل مانگ لو (جامع الترمذی)، ذرا سوچئے کہ ہمیں ان فرشتوں کی طرف متوجہ رہنے، ان کے نظام پر غور کرنے اور ان کا احترام کرنے کی کتنی ضرورت ہوگی۔

فرشتوں کا جہاں کیسا ہے؟

فرشتوں کا جہان کیسا جہان ہے، اس کے بارہ میں کچھ نہ کچھ تو ہم نے سن رکھا ہے، کچھ کا اندازہ گذشتہ گفتگو سے ہوگیا، ذیل کی سطور میں ہم اس معاملہ کو کچھ زیادہ تنقیح اور تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ فرشتوں کے بارہ میں ہمیں قرآن کے اندر بتایا گیا ہے کہ یہ پروں والی مخلوق ہے، ان میں سے بعض کے پر دو، بعض کے تین، بعض کے چار اور بعض کے اس سے بھی زیادہ ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام کے بارہ میں روایت کے اندر منقول ہے کہ ان کے چھ سو پر ہیں، اگر ان میں سے صرف دو پروں کو پھیلا دیں تو اس پوری دنیا پر چھت بنا دیں۔ پروں والی یہ نیک و پاک مخلوق کتنی خوب صورت ہوگی، یہ تو دیکھنے کے بعد ہی معلوم ہوگا، اور اس کے لیے ایمان و اعمالِ صالحہ کو سینے سے لگائے ہوئے مرنا ہوگا، ورنہ بدکار کے سامنے موت کا فرشتہ جس شکل میں آتا ہے، کہا گیا ہے کہ اس کے لیے اور کوئی عذاب نہ بھی ہو تو محض اس کو اس شکل میں دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ تاہم فرشتوں کو دیکھنے کے لیے موت ہی ضروری نہیں، بلکہ خدا اگر چاہے تو اپنے بعض نیک بندوں کو اس زندگی میں ہی دکھا دیتا ہے اور دیکھنے والے کو معلوم بھی ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے، چنانچہ یہ دیکھنا کبھی اصل شکل میں اور کبھی انسانی شکل میں ہوتا ہے، بعض انبیاء کا انہیں اصل شکل میں دیکھنا ثابت ہے، نیز ایک صحابی کا سورہ کہف کی تلاوت کے دوران انہیں روشنیوں کی شکل میں دیکھنا بھی ثابت ہے، نیز حضرت مریم کے پاس فرشتوں کا آنا اور اللہ کی طرف سے خوش خبریاں سنانے کے ساتھ ساتھ انہیں نیکیوں کی تلقین کرنا قرآن میں مذکور ہے (آلِ عمران: 42) نیز بدر میں فرشتوں کو انسانی شکل میں دیکھا گیا اور دیگر بھی کئی مواقع پر دیکھنا ثابت ہے۔

اللہ جل شانہ نے ان کو بھیس بدلنے کی طاقت بھی دی ہے، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو مرتبہ اصل صورت میں دیکھا، ورنہ وہ انسانی شکل میں آتے تھے اور اکثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے، نیز ابوجہل نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اس وقت ایک بپھرے ہوئے اونٹ کی شکل میں دیکھا جب وہ برے ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ رہا تھا اور آپ اس وقت کعبہ کے قریب نماز ادا فرما رہے تھے۔ اسی طرح ایک فرشتہ کے بارہ میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ وہ پہلے ایک درویش کی شکل میں اور پھر بھکاری کی شکل میں تین آدمیوں کے پاس گیا جن میں سے ایک گنجا، ایک برص والا اور ایک نابینا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان تینوں

میں سے ایک نے اس فرشتہ سے نیک سلوک کیا اور وہ کامیاب ہوا، جبکہ باقی دو نے برا سلوک کیا اور وہ ناکام ہوئے۔ اس حدیث میں گویا سبق دیا گیا ہے کہ بھکاریوں سے بلکہ ہر انسان سے معاملہ سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے، کیا خبر کہ وہ تمہاری آزمائش کے لیے آیا ہو اور اگر وہ فرشتہ نہ بھی ہوا تو بہر حال اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

فرشتے کیا کام کرتے ہیں؟

یہ فرشتے مختلف کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ کئی فرشتے ایسے ہیں کہ جب سے انہیں اللہ نے پیدا کیا ہے، تب سے لے کر آج تک حالتِ سجدہ میں ہیں اور کچھ تب سے لے کر آج تک حالتِ رکوع میں ہیں۔ اللہ کی حمد وثناء کرنا اور بلا تکان کرنا تو گویا فرشتوں کی قدرِ مشترک ہے۔ کچھ فرشتے ایسے عظیم و برتر ہیں کہ اللہ کا عرش اٹھانے کی فضیلت اور عزت انہیں حاصل ہے، ان فرشتوں کے بارہ میں خدا نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ یہ فرشتے جو اللہ کی بارگاہِ خاص کا ایسا عظیم قرب رکھتے ہیں، یہ اللہ کی حمد وثناء کے ساتھ ساتھ مومنوں کے لیے دعاؤں میں بھی مصروف رہتے ہیں ان کی دعائیں قرآن میں منقول ہیں:

''الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِo رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدتَّهُمْ وَمَن صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ oوَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَن تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ'' (سورۃ غافر۔ آیت 7۔9)

یعنی ''جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو ان کے اردگرد موجود ہیں، وہ اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہیں، رب پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو اپنی وسعت میں لیے ہوئے ہے، سو جو لوگ توبہ کریں اور تیرا راستہ اختیار کریں، (ان کی دل کی ندامت وصداقت کو دیکھتے ہوئے) انہیں معاف فرما دے اور انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما دے۔ اے ہمارے رب! انہیں عدن کی جنات میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے، نیز ان کے آباء اور ازواج میں سے جو لوگ صالح ہوں، انہیں بھی، بے شک تو بڑی عزت کا مالک بڑی حکمت والا ہے۔ نیز انہیں برے اعمال واحوال سے بچا اور روزِ قیامت تو جسے برے احوال سے بچائے گا، وہی تیری رحمت کا مورد ہو گا اور یہی سب کچھ مل جانا عظیم کامیابی ہے۔''

یہ فرشتے خدا کی منشاء سے سرِ مو انحراف نہیں کرتے، حتی کہ یہ دعا اور سفارش بھی اسی کے لیے کرتے ہیں جس کے لیے آسانی کا ارادہ خود پروردگار رکھتا ہو۔ قرآن میں ہے: ''وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى'' یعنی ''وہ صرف اسی کے حق سفارش کرتے ہیں جس کے لیے سفارش کرنے پر خود خدا راضی ہو۔'' فرشتے جو کچھ مانگتے ہیں، وہ خود خدا کی منشاء ہوتی ہے، مثلاً ایک فرشتہ صبح کے وقت دعا کرتا ہے کہ ''اللهم أعط منفقا خلفا وممسكا تلفا'' یعنی ''اے اللہ! خرچ کرنے والوں کو مزید دے اور بخیل کا مال ضائع کر دے۔'' خدا کا نظام شاہانہ ہے، کرنا تو سب کچھ اسی نے ہے، مگر جو کچھ کرنا ہوتا ہے، اس کے لیے پہلے ہی سے آسمان وزمین میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھوا دیے جاتے ہیں کہ یا اللہ ایسا کر دے، یا اللہ ایسا کر دے، پھر

جب وقتِ موعود آتا ہے تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کی ٹولیاں بنی ہوئی ہیں، ایک ٹولی صبح سے لے کر شام تک زمین پر رہتی ہے اور دوسری ٹولی شام سے لے کر فجر تک، اور یہ بندوں کی کارکردگی کی رپورٹ اوپر پہنچاتے رہتے ہیں، حدیث کا مفہوم ہے کہ انسانوں کے دن کے اعمال رات کا عمل شروع ہونے سے پہلے پہلے خدا کی طرف اٹھا دیے جاتے ہیں اور رات کے اعمال صبح کا عمل شروع ہونے سے پہلے پہلے اٹھا دیے جاتے ہیں، حالانکہ وہ سب کچھ جانتا ہے اور فرشتوں سے بڑھ کر جانتا ہے، مگر اس کا نظام شاہانہ ہے۔ کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ ذکر اللہ، یعنی یادِ الٰہی کی مجالس کی تلاش میں رہتے ہیں، جب انہیں ایسی کوئی مجلس نظر آتی ہے تو باقی ساتھیوں کو بھی بلا کر ادھر جمع ہو جاتے ہیں کہ آؤ، ہمارا مقصود یہاں ہے، پھر جب مجلس برخواست ہو جاتی ہے تو آسمانوں میں جا کر بتلاتے ہیں۔ کچھ فرشتے درود پڑھنے والے کی تلاش میں رہتے ہیں اور درود لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں۔

بعض فرشتوں کا ہوش ربا قد وقامت

سیدنا حضرت اسرافیل علیہ السلام کے بارہ میں ایک روایت کے اندر منقول ہے کہ ان کے بارہ پر ہیں، جن میں سے ایک پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے، ان کا کندھا عرش کے نیچے ہے اور پیر آخری زمین میں، لیکن کبھی کبھی خدا تعالیٰ کے عظمت وجلال کا اتنا استحضار ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے دبلے ہو کر ''الوضع'' (چھوٹی چڑیا) کی طرح ہو جاتے ہیں۔ انہی کے ذمہ قربِ قیامت کے اندر صور کا پھونکنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج کے اندر کیا گیا اپنا ایک مشاہدہ بتایا کہ میں نے اسرافیل کو دیکھا کہ وہ تعمیلِ ارشاد کے لیے ایسے مستعد بیٹھے ہیں کہ صور کو ہاتھ میں پکڑا ہوا ہے، منہ اس کی طرف جھکا ہوا ہے اور نگاہیں عرش پر ٹکی ہوئی ہیں، مستعدی کا یہ عالم ہے کہ انہیں لگتا ہے کہ شاید ابھی پلک جھپکنے سے بھی قبل اللہ پاک صور پھونکنے کا حکم دیں گے، اس لیے پوری طرح تیار بیٹھے ہیں۔

ایک اور صحیح السند روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مجھے اجازت دی گئی ہے کہ تمہیں حاملینِ عرش میں سے ایک فرشتہ کے بارہ میں بتاؤں جس کے پیر آخری زمین میں ہیں اور سینگ کے اوپر عرش ہے، اس کے صرف کانوں کی لو اور گردن کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ پرندہ سات سو سال تک اڑتا رہے تو تب کہیں جا کر اس فاصلہ کو طے کر سکتا ہے، یہ فرشتہ اللہ کی تسبیح کر رہا ہے اور یوں کہتا ہے: ''سبحانک حیث کنت'' یعنی ''اے مالک! تو جہاں بھی ہے، میں تیری تسبیح کہتا ہوں، تو پاک ہے ہر عیب سے۔'' (صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ۔ رقم 853)

فرشتوں کی تعداد

خدا کے فرشتوں کی تعداد صرف خدا ہی کو معلوم ہے۔ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے لیے عیادت کو جاتا ہے تو صرف اس آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتے ہیں جو شام تک اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اگر شام کو جائے تو صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (غالباً یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے) ایک اور روایت کے مطابق آسمان پر اتنے فرشتے ہیں کہ ایک حدیث کے مطابق جگہ ہی خالی نہیں۔ ایک اور حدیث کی رو سے جب فرشتے لیلۃ القدر میں زمین پر نازل ہوتے ہیں تو پوری زمین بھر جاتی ہے۔

فرشتوں سے ہمارا تعلق

فرشتوں کے جہان کی یہ ساری باتیں محض سننے سنانے کی باتیں نہیں ہیں، بلکہ جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا، یہ دراصل ہمیں ایک زاویۂ نگاہ دیتی ہیں کہ جب ہم اپنے گرد وپیش میں پھیلے ہوئے جہان کو دیکھیں تو صرف مٹی گارے کو ہی نہ دیکھتے رہ جائیں، ہمارا ذہن خدا کے غیبی نظام اوراس کے مقدس کارکنان کی طرف بھی مبذول ہو، اپنے لیے ان کی دعاؤں کو یاد کریں، ان کی عبادت کو یاد کریں اوران کو اپنے ایک قابلِ رشک مثال سمجھیں، نیز قرآن کے بتائے ہوئے اس وقت کو یاد کریں کہ جب وہ جنت میں آکر مومنوں کو مبارکباد دیں گے اور بتائیں گے کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست ہوا کرتے تھے اوراب بھی تمہارے دوست ہیں۔ ملائکہ پر بشر کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے پرتکلف استدلالات اختیار کرنے کی بجائے، ہمارے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنے قلب و دماغ کو کرنے کے اصل کاموں کی طرف پھیریں۔ ہمیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہم فرشتوں کا احترام کریں، ان کی صحبت و معیت اور دعاؤں سے مستفیض ہونے کا شوق اپنے اندر پیدا کریں اوران کی نیکوکاری کے خیال کو اپنے دل میں بسائیں، سو ہمیں ان سے متعلق یہی تصورات اپنے اندر پختہ کرنے چاہییں، ہمیں ان سے محبت ہو، عقیدت ہو، ان کی قابلِ رشک معصومیت پر رشک آئے، نظامِ عالم میں خدا کے ان غیبی کارکنان کی کارفرمائی کے واقعات ہمارے سامنے ہوں اور ہم بھی ان کو یاد کرکے ان کی طرح خدا کے سچے پکے فرماں بردار بندے بننے کی چاہت اور کوشش میں لگ جائیں۔ ان کے بارہ میں یہ باتیں بار بار سوچنا اور فرشتوں کے غیبی جہان کے بارہ میں بتلائی گئی باتوں کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا ہی گویا اللہ اوراس کے رسول کو مطلوب ہے جس کی وجہ سے مومنین کو ان پر بطورِ خاص ایمان لانے اوران سے قلبی تعلق قائم کرنیکا حکم دیا گیا ہے اور نظامِ عالم میں ان کی کارفرمائی کے مختلف واقعات ہمیں قرآن وحدیث میں بار بار سنائے گئے ہیں۔ یہ سب کرنے سے یقیناً خدا کی رحمتیں ہماری طرف متوجہ ہوں گی اوراس کا قرب حاصل ہوگا۔

مثال کے طور پر اگر کبھی نماز کے اخیر میں دائیں بائیں سلام پھیرتے ہوئے یہ سوچ لیں کہ میں تو دورانِ نماز خدا کے آگے ہاتھ باندھ کر بھی نہ جانے کہاں کہاں کی سیریں کرتا رہا، مگر میرے دائیں بائیں میری نگرانی کے لیے موجود فرشتے کتنے اچھے اور اللہ کے کتنے فرماں بردار ہیں کہ بغیر کسی دوسرے تیسرے تاثر کے، بالکل یکسو ہوکر پورے انہماک کے ساتھ اللہ کے حکم کی تعمیل اور میری نگرانی میں مصروف ہیں، یہ سوچ کر ان پر رشک آجائے، ان کی فرماں برداری کی وجہ سے ان کے لیے محبت وعقیدت کے جذبات دل میں پھوٹ پڑیں اور یہ آہ دل سے نکل جائے کہ کاش میں بھی ایسے ہی کامل انہماک ویکسوئی کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت وطاعت کر پاتا تو ذرا سوچئے کہ فرشتوں کی طرف توجہ مبذول ہونے سے اس موقع پر جتنے پاکیزہ احساسات ہمارے اندر پیدا ہوئے ہیں، کیا وہ رحمتِ الٰہی کو ہماری طرف متوجہ نہیں کریں گے اور اگر اللہ نے چاہا تو کیا یہی احساسات نماز میں ہونے والی ہماری کوتاہیوں کا ازالہ نہیں کردیں گے؟ فرشتوں کے بارہ میں جو مختلف معلومات ہمیں قرآن وحدیث میں دی گئی ہیں تو ان سے مقصود گویا یہی ہے کہ وقتاً فوقتاً ہماری توجہ ان کی طرف مبذول ہو، ان کی طرف ہمارا یہ قلبی التفات ہمارے لیے رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا ذریعہ بنے گا اوراس التفات میں انسان کے لیے بہت سی خیریں چھپی ہوئی ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین!

اولاد کی تربیت

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

بہت سے لوگوں کو اولاد کی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں، اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور اولاد گلی کوچوں میں بھٹکتی پھرتی ہے، بچوں کے لیے پیٹ کی روٹی اور تن کے کپڑوں کا تو انتظام کر دیتے ہیں، لیکن ان کی باطنی پرورش، یعنی اخلاقی تربیت کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے، انھیں پتا نہیں کہ تربیت کیا چیز ہے اور بچوں کو کیا سکھائیں اور کیا سمجھائیں؟ اس عظیم غفلت میں ان لوگوں کا بھی حصہ ہے جو خود تو نمازی ہیں اور کچھ اخلاق و آداب سے بھی واقف ہیں، لیکن ملازمت یا تجارت میں اس طرح اپنے آپ کو پھنسا دیا ہے کہ بچوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے ان کے پاس گویا وقت نہیں، حالانکہ زیادہ کمانے کی ضرورت اولاد ہی کے لیے ہوتی ہے، جب زیادہ کمانے کی وجہ سے خود اولاد ہی کے اعمال و اخلاق کا خون ہو جائے تو ایسا کمانا کس کام کا؟

بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں جو اچھا خاصا علم بھی رکھتے ہیں، مصلح بھی ہیں اور مرشد بھی ہیں، دنیا بھر کے لوگوں کو راہ دکھاتے ہیں، سفر پر سفر کرتے رہتے ہیں، کبھی یہاں وعظ، کبھی وہاں تقریر، کبھی کوئی رسالہ لکھا، کبھی کوئی کتاب تالیف کی، لیکن اولاد کی اصلاح سے بالکل غافل ہیں، حالانکہ اپنے گھر کی خبر لینا سب سے بڑی ذمہ داری ہے، اولاد کی جانب سے جب چند سال غفلت برت لیتے ہیں اور ان کی عمر دس بارہ سال ہو جاتی ہے تو اب ان کو صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنھیں توجہ تو ہے، لیکن وہ اولاد کو حقیقی علم سے بالکل محروم رکھتے ہیں، یعنی اولاد کو ''اسلام'' نہیں سکھاتے، بیس بیس سال کی اولاد ہو جاتی ہے، کلمہ تک یاد نہیں ہوتا، یہ لوگ نہ نماز جانتے ہیں، نہ اس کے فرائض، نہ واجبات، نہ اسلام کے عقائد پہچانیں، نہ دین کو جانیں، اس قسم کے لوگ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو یورپ کے طور طریق سب کچھ سکھاتے ہیں، کوٹ، پتلون پہننا بتاتے ہیں، اپنے ہاتھ سے ان کے گلوں میں ٹائی باندھتے ہیں، ناچ رنگ کے طریقے سمجھاتے ہیں، عورتیں شادی بیاہ کی رسمیں بتاتی ہیں، شرکیہ باتوں کی تعلیم دیتی ہیں اور اس طرح سے ماں باپ دونوں مل کر بچوں کا خون کر دیتے ہیں اور طرہ یہ کہ ان کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا بچہ اور بچی ماڈرن ہیں، ترقی یافتہ لوگوں میں شمار ہونے لگے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی آخرت برباد ہوگئی، اعمال بد کے خوگر ہو گئے، اسلام سے جاہل رہ گئے۔

دو حدیثوں کا ترجمہ پڑھیے:

۱۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان اپنے بچوں کو ادب سکھائے تو بلاشبہ یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع غلہ وغیرہ صدقہ کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ترمذی)

۲۔ حضرت عمر بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی ایسی بخشش نہیں دی، جو اچھے ادب سے بڑھ کر ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

''ادب''، بہت جامع کلمہ ہے، انسانی زندگی کے طور طریقے کو ''ادب'' کہا جاتا ہے، زندگی گزارنے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں آتے ہیں، بندہ اللہ جل شانہٗ کے بارے میں جو عقائد رکھنے پر مامور ہے اور اللہ کے احکام پر چلنے کا جو ذمہ دار بنایا گیا ہے، یہ وہ آداب ہیں جو بندے کو اللہ کے اور اپنے درمیان صحیح تعلق رکھنے کے لیے ضروری ہیں، فرائض و واجبات، سنن و مستحبات وہ امور ہیں جن کے انجام دینے سے حقوق اللہ کی ادائیگی ہوتی ہے، مخلوق کے ساتھ جو انسان کے تعلقات ہوتے ہیں، ان میں احکام کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے، جو مخلوق کی راحت رسانی سے متعلق ہیں، ان میں بھی واجبات اور مستحبات ہیں اور ان کی تفصیل و تشریح بھی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں وارد ہوئی ہے، یہ وہ آداب ہیں جن کا برتنا مخلوق کے لیے باعث راحت و رحمت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ''ادب'' کی جامعیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو شامل ہے، یہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اچھے ادب سے بڑھ کر کسی باپ نے اپنے بچہ کو کوئی بخشش نہیں دی'' اس میں پورے دین کی تعلیم آجاتی ہے، کیونکہ دین اسلام اچھے ادب کی مکمل تشریح ہے، بہت سے لوگ لفظ ادب کے معروف معنی مراد لے کر اس کا رواجی مطلب لے لیتے ہیں اور انھوں نے اٹھنے بیٹھنے کے طریقوں تک ہی ادب کا انحصار سمجھ رکھا ہے۔

صدقہ وخیرات اگرچہ فی نفسہ بہت بڑی عبادت ہے (اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو)، لیکن اس کا مرتبہ اپنی اولاد کی اصلاح پر توجہ دینے سے زیادہ نہیں ہے، بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں اللہ جل شانہ نے مال دیا ہے، وہ اس میں سے صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اولاد کی طرف سے پوری غفلت برتتے ہیں، مسکین آرہے ہیں، گھر پر کھا رہے ہیں، غریبوں کی روٹی بندھی ہوئی ہے، مدارس اور مسجدوں میں چندہ جارہا ہے، لیکن اولاد بے ادب، بے دین بلکہ بد دین بنتی چلی جارہی ہے، وہ صدقہ وخیرات کرنے پر خوش ہیں اور خوش ہونا بھی چاہیے، لیکن اس سے بڑھ کر عمل جو ہے، جس کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، وہ اپنی اولاد کو ادب سکھانا ہے یعنی اللہ کے راستہ پر ڈالنا، اس کے لیے فکر مند ہونا لازمی امر ہے، اس غفلت سے نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔

ماں باپ کا فریضہ ہے کہ بچوں کو دین سکھائیں اور دین کو سب سے زیادہ اہمیت دیں، کیونکہ دین ہی آخرت کی ہمیشہ والی زندگی میں کام دینے والا ہے، بہت سے لوگ بچوں سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں، مگر ان کی یہ محبت صرف دنیاوی آرام و راحت تک محدود رہتی ہے، ان کی اصل ضرورت یعنی آخرت کی نجات اور موت کے بعد کے آرام و راحت کی طرف توجہ نہیں کرتے، حلال مال جائز طریقے پر کھلانا، پلانا اور پہنانا اچھی بات ہے، لیکن انسان کی سب سے بڑی ضرورت آخرت کا آرام و سکون ہے۔

بچوں کی خوشی کے لیے ان کو غیر ضروری لباس پہناتے ہیں، ان کے لیے تصویریں، مورتیاں خرید کر لاتے ہیں اور

اپنے گھروں کو ان کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں سے محروم رکھتے ہیں، ان کی جائز و ناجائز ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں اور شوقیہ زیب و زینت اور فیشن پر اچھی خاصی رقمیں خرچ کرتے ہیں، لیکن ان کو دین پر ڈالنے کی فکر نہیں کرتے، یہ بچوں کے ساتھ بہت بڑی دشمنی ہے، اگر دین نہیں ہے تو آخرت تباہ ہوگی۔ اپنی اولاد کے سب سے بڑے محسن وہ ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو دینی علم پڑھاتے ہیں اور دینی اعمال پر ڈالتے ہیں، یہ علم نہ صرف اولاد کے لیے بلکہ خود ان کے والدین کے لیے بھی قبر میں اور آخرت میں نفع مند ہوگا۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے: ''لوگ سو رہے ہیں، جب موت آئے گی تو بیدار ہوں گے''۔ آخرت سے بے فکری کی زندگی گزارنے میں انسان کا نفس خوش رہتا ہے اور یہی حال بال بچوں اور دوسرے متعلقین کا ہے، اگر انھیں آخرت کی باتیں نہ بتاؤ اور کھلائے پلائے جاؤ۔ دنیا کا نفع پہنچائے جاؤ تو ہشاش بشاش رہتے ہیں اور اس تغافل کو باعث نقصان نہیں سمجھتے، لیکن جب آنکھیں بند ہوں گی اور قبر کی گود میں جائیں گے اور موت کے بعد کے حالات دیکھیں گے تو حیرانی سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، عالم آخرت کی ضرورتیں اور حاجتیں جب سامنے ہوں گی تو غفلت پر رنج ہوگا اور حسرت ہوگی کہ کاش! آج کے دن کے لیے خود بھی عمل کرتے اور اولاد کو بھی یہاں کی کامیابی کی راہ پر ڈالتے، مگر اس وقت حسرت بے فائدہ ہوگی۔

لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی اسکول اور کالج کی نذر کر دیتے ہیں یا محنت مزدوری پر لگا دیتے ہیں، انھیں نماز، روزہ سکھانے اور بتانے اور دینی فرائض سمجھانے اور ان پر عمل کرانے کی فکر نہیں کرتے، شادیاں ہو جاتی ہیں، باپ دادا بن جاتے ہیں، لیکن بہت سوں کو کلمہ طیبہ بھی صحیح یاد نہیں ہوتا، نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے؟ اس سے بھی واقف نہیں ہوتے، ستر اسّی سال کے بوڑھوں کو دیکھا گیا ہے کہ دین کی موٹی موٹی باتیں بھی نہیں جانتے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SC
SINCE 1968
Manufacture of Quality Furniture, Government Contractors, Electronics & General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
فون نمبر: 061-4552446
Email:saleemco1@gmail,com
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان

مکافاتِ عمل

عظمیٰ گل دختر جنرل (ر) حمید گل

مشرف کو خصوصی عدالت نے سزائے موت سنا دی' قیامت ہی برپا ہوگئی۔ آئی ایس پی آر نے سخت ردعمل دیا۔ کہا مشرف غدار نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ آرمی چیف، چیئرمین جوائنٹ چیف اور ملک کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ میڈیا انگشت بدنداں ہے کہ کیسے دونوں جانب کا موقف سامنے لائیں۔ عدلیہ کی بھی حالت ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ جو وکلاء مشرف کے مقدمات میں بھاری بھاری فیسیں لے کر نمائندگی کرچکے یا سرکاری عہدوں پر رہے ہیں اپنی وفاداری میں بال کی کھال اُتار رہے ہیں۔ قوم حیرت زدہ ہے کہ مدعی حکومت اپنے حق میں فیصلے سے پریشان کیوں ہے؟ کہیں تو عدلیہ نواز شریف کو سزا یافتہ ہونے کے باوجود ملک سے باہر جانے اور آصف زرداری کو ضمانت دینے پر سرخرو نظر آتی ہے اور کہیں مشرف کیخلاف فیصلہ دینے پر جانبدار ہونے کا تمغہ پاتی ہے۔ سالہا سال چلنے والے مقدمہ پر اب سے پہلے ایسی نقطہ چینی دیکھنے سننے میں نہ آئی۔ شاید اس لیے کہ سب کو یقین تھا کہ فیصلہ آئے گا ہی نہیں۔!!

مشرف کی کارگل میں بنا منصوبے کے مہم جوئی کی قیمت تو ہمارے جوانوں نے ادا کی۔ ہمارے فوجی چوٹیوں پر بیٹھے آٹا گھول گھول کر پیتے رہے اور اذانیں دے دے کر موت کو گلے لگاتے رہے۔ برفانی چوٹیوں کے لیے خصوصی لباس کے بغیر، سامان رسد ناپید، تربیت کے بغیر جوانوں کو مرنے کے لیے چوٹیوں پر بھیج دیا گیا۔ بہادر ماؤں کے بیٹے بھوکے پیاسے سردی میں ٹھٹھرتے پیارے وطن کے لیے قربان ہوگئے۔ آخر وہ کسی کے بیٹے، بھائی اور باپ تھے!! کیا بطور آرمی چیف مشرف کو اُنکے لیے جوابدہ نہیں ہونا چاہیے؟ پھر اس نے ملک میں مارشل لاء لگا کر عجیب وغریب منطق نکالی کہ ملک کو ایک کمپنی بنا کر اور اسکے چیف ایگزیکٹو بن گئے۔

2001ء میں اکیلے خود ہی اپنی حکومت کے دوام کے لیے امریکہ سے غیر مشروط تعاون کا اعلان کر دیا۔ قوم سے جھوٹ بولا کہ مجھے دھمکی دی گئی تھی مگر کولن پاؤل نے اپنی کتاب میں لکھا کہ ہم نے چودہ نکات پر اس اُمید پر رعایت مانگی کہ ایک دو پر راضی کرلیں گے مگر مشرف تو بکری ہوگیا اور سب ہی مان گیا۔ مشرف کہتے تھے ''میں ڈرتا ورتا کسی سے نہیں'' واقعی وہ ڈرتے نہیں تھے مگر جب اپنی قوم کو، اپنے اصولوں کو، اپنی فوج کو اپنے ذاتی مفاد کے لیے قربان کرنا ہوتا تھا۔ طالبان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا کس سے پوچھ کر؟ ملا ضعیف کی کتاب پڑھنے پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ کیسے اپنے مسلمان سفارتکار بھائی کو مجرموں کی طرح اغیار کے حوالے کیا گیا۔

جامعہ حفصہ کی بچیوں کے ساتھ کیا کیا اس ظالم شخص نے؟ بطور حکمران کیا وہ اسکی بیٹیاں نہیں تھیں؟ وہ جیتی جاگتی بچیاں کیا انصاف کی مستحق نہ تھیں؟ اُن میں سے زیادہ تر کشمیر کے 2005ء کے زلزلے کی پناہ گزین تھیں۔ مشرف نے اُن نہتی لڑکیوں پر فاسفورس بم پھینک کر زندہ جلا کر خاکستر کر دیا۔ کون سی ایمرجنسی تھی کہ اُن کو بغیر ٹرائل کے قتل کر دیا گیا۔ اُنہیں گرفتار کرتے، مقدمہ چلاتے اور اگر گناہگار پائی جاتیں تو سزائیں دیتے۔ ایسا کیوں کیا گیا کہ تقریباً پانچ ہزار بچیاں ماردی گئیں۔ مشرف کو کس نے اُنہیں جان سے مارنے کا اختیار دیا تھا۔ خود کا تو مقدمہ چلا جس کے فیصلے پر اتنا واویلا لیکن ان کو تو بغیر مقدمہ سزائے موت دے دی۔

کشمیر پر قوم کو اعتماد میں لئے بغیر ہندوستان سے سودا کر کے باڑ لگوا کر اسے عملاً تقسیم کر دیا جس کا خمیازہ ہم آج بھگت رہے ہیں۔ کتنے سو افراد کو دہشت گرد قرار دے کر مشرف نے قانونی تقاضا پورا کئے بغیر امریکہ کے حوالے کر دیئے اور انکے عوض ڈالر وصول کئے جو کہ بعد میں امریکی عدالتوں سے بیگناہ قرار پائے۔

کہا جاتا ہے مشرف نے کرپشن نہیں کی۔ کیا اپنے لوگوں کو جبری اٹھا کر بیچ دینا کرپشن نہیں؟ ججوں کو گھروں میں قید کرنا، ان سے زبردستی کے فیصلے لینا، NRO دینا، اکبر بگٹی جیسے محبِّ وطن جس نے قائداعظم سے تعاون کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ شمولیت اختیار کی کو قتل کرنا۔ فوج کے بیشمار ہونہار افسران و جوانان کو امریکہ کی نام نہاد ''وار آن ٹیرر'' پر ضائع کرنا۔ امریکی سپاہیوں کو پاکستانی فوجی افسران کے بیرکس میں رکھا گیا اور ہمارے افسران کو اُنکے تابع کر دیا گیا۔ ہندوستان کیخلاف بارڈر پر جب ہماری فوج سختیاں اور مشکلات جھیل رہی تھی تو مشرف لاہور میں "بسنت" منانے اور ناچ ناچ کر فوج کی عزت خراب کرنے میں مصروف تھے۔ اپنے فوجیوں کے ساتھ اُن کو کوئی ہمدردی نہ تھی۔

فوج میں کوئی اختلاف رائے پیدا ہوتے دیکھتے تو اندھا دھند کورٹ مارشل یا نوکری سے برطرف کر دیتے۔ ''راجہ اندر'' کی طرح ملک کو اپنی جاگیر سمجھ کر ناچ گانے کی محفلوں میں مدہوش رہنا انکے کام تھے۔ فوج جیسے معزز اور بااصول ادارے میں اس زمانے میں جو کچھ ہوا وہ لکھنے سے قلم کانپتا ہے۔ مشرف نے ہماری فوج کو کرائے کی فوج کی طرح استعمال کیا۔ ملک کے ہر قانون کو بالائے طاق رکھ کر اپنی ذاتی خواہشات کے آگے پوری قوم کو داؤ پر لگا دیا۔ آج بھی وہ فوج کے پیچھے چھپ کر اسے اپنے مذموم مقاصد کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ فوج کو اپنی انا کی خاطر عدلیہ سے ٹکرا دیا ہے۔ فوجی سادہ لوح، ایماندار اور بااصول ہوتے ہیں۔ فوجی کیلئے فوج ماں باپ کی طرح ہوتی ہے مگر انہوں نے فوج ہی کو بدنام کیا۔ انکے بعد آنے والے آرمی چیف انکی پھیلائی ہوئی بدنامی، نفرت اور کدورتوں کو کم کرنے میں کوشاں رہے۔

میں خود فوجی گھرانے سے ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔ میرے والد جنرل حمید گل فوج سے اور میرے خاوند پاکستان ائرفورس سے ریٹائرڈ ہیں۔ ہماری رشتہ داریاں فوجیوں میں ہیں۔ ہمارے دوست احباب فوجی ہیں۔ ہماری ہمدردیاں فوج سے ہیں۔ ہماری پہلی اور آخری محبت پاکستان اور فوج ہے۔ میرے والد کی وفات پر فوج نے انکے

جنازے، تدفین اور دیگر تمام معاملات کی ایسے نگرانی کی جیسے اپنے گھر والے بھی نہیں کرسکتے۔ اُنکی قبر تک انکی رجمنٹ کے افسروں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کی۔ میری مرحومہ والدہ اٹھتے بیٹھتے فوج کو دعائیں دیتی تھیں۔ یہ نہیں کہ ہمیں کسی چیز کی ضرورت تھی مگر فوج کے رویئے سے ہمارا حوصلہ اور مان بڑھا۔ میرے والد مشرف کے کورکمانڈر اور انسٹرکٹر رہ چکے تھے۔ اختلاف رائے پر والد صاحب کا میڈیا بائیکاٹ کرایا، فوج کے کسی بھی فنکشن میں انہیں مدعو کرنے پر پابندی لگائی اور کسی بھی فوجی میس میں رہنے سے منع کر دیا۔ جنرل حمید گل نے کبھی اُن کیخلاف اس بات پر شکایت نہیں کی کیونکہ ادارے کو نقصان ہوتا۔ آج یہ سب کچھ اس لئے بتایا کہ مشرف کی اصلیت ادارے کو معلوم ہو۔ ISI کی تاریخ پر مشرف نے کتاب لکھوائی اور کمال یہ کہ اس میں جنرل حمید گل کا ذکر ہی نہیں تھا۔ بغیر کسی جرم کے ایمرجنسی پلس کے بعد جنرل حمید گل کو اڈیالہ جیل میں ڈالا، اُنکی ادویات بند کر دیں، دل کے مریض اور 70 سال کے ہونے کے باوجود سردیوں کی راتوں میں انہیں جیل کے کمرے کے باہر گنتی کے بہانے گھنٹوں کھڑا رکھا جاتا تھا۔ میرا کاروبار بھی مشرف صاحب کے حکم پر بند کیا گیا، یہ سب کچھ میرے والد کو بلیک میل کرنے کیلئے تھا تاکہ وہ ان کیخلاف بیان نہ دیں۔ ہاں مجھے اُن سے ذاتی پرخاش ہے! وہ میرے والد اور محبوب ترین ادارے کو نقصان پہنچانے کا باعث بنے۔

میں اپنی قابل صد احترام فوج سے درخواست کرتی ہوں کہ اس جال میں اپنے آپ کو مت پھنسائیں۔ مشرف اپنی سیاسی پارٹی بنا چکے اور فوج اُنکی سیاسی پارٹی نہیں ہے۔ آئین سے وفاداری کا حلف لیا، اس کو توڑیں گے تو کیا غدار نہ ہونگے؟ عدالت کا فیصلہ فرد واحد مشرف کیخلاف ہے نہ کہ فوج کے۔ کوئی بھی قانون سے بڑھ کر نہیں۔ ایک عورت کی سفارش پر (جس پر حد لگتی تھی) نبی کریمؐ نے فرمایا ''تم سے پہلے کے لوگ اسلئے ہلاک ہوگئے کہ وہ کمزوروں پر تو حد قائم کرتے اور بلند مرتبہ لوگوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اُس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' اگر فاطمہؓ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیتا''۔ صحیح بخاری 6787۔

جس طرح عام شہری کو انصاف ملتا ہے انہیں بھی بعینہ ایسے ہی ملنا چاہیے۔ اپیل کریں اور سالہا سال عدالتوں میں دھکے کھائیں۔ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ اسکے انصاف میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ مشرف وہی کاٹیں گے جو اُنہوں نے بویا تھا یہی مکافات عمل ہے۔

(روزنامہ جنگ راولپنڈی، صفحہ 3، 23 دسمبر 2019)

اقتدار کا غرور

مولانا محمد یوسف شیخوپوری

انسانی عقلیں نور نبوت اور نبوی تعلیمات کی رہنمائی کے بغیر ناقص اور معطل و بے کار ہیں۔ آنکھ کتنی ہی روشن اور بصیر کیوں نہ ہو مگر جب تک آفتاب و مہتاب کی نورانیت معین و مددگار نہ ہو تب تک بے کار ہیں۔ اسی طرح نور عقل اور نور بصیرت سے حق و باطل اور غلط و صحیح کا فرق تب ہی نظر آسکتا ہے جب نور نبوت اور شمع ہدایت سے رہنمائی لی جائے۔ جس طرح اندھیری رات میں صرف آنکھ کی روشنی کام نہیں دیتی اسی طرح ضلالت و گمراہی کے اندھیرے میں صرف عقل کی روشنی کام نہیں دیتی بلکہ نبوت کی حقیقی روشنی کی طرف احتیاج ہوتی ہے۔ لہذا نبوی تعلیمات و نبوی رہنمائی عین رحمت و نعمت کبریٰ ہے جس پر دنیا و آخرت کی سعادت اور فلاح کا دارومدار ہے۔

حق تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ اسلام سے اس کا آغاز فرمایا اور سوالاکھ کے قریب ان مقدس ترین ہستیوں کو انسانیت کی رہنمائی اور فوز و فلاح کیلئے مبعوث فرمایا اور آخر میں اس سلسلہ کا اختتام اس ہستی پر فرمایا جو اس سلسلہ میں سب سے افضل و کامل اور عالمگیر تھی۔ جن کی تعلیمات آفاقی و عالمگیر ہیں جو انسانی زندگی کے ہر ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ہر ہر فرد کی رہنمائی بھی کرتیں ہیں اور نجات کی بھی ضامن ہیں۔ آپ کے مقاصد بعثت میں سب سے اہم نکتہ خلق خدا کو انسانوں کی بندگی سے ہٹا کر وحدہ لاشریک کی یکتائی وحدت کا درس دے کر اس کی بندگی و غلامی میں لانا ہے۔ انسان کو ہر حال میں اپنے مالک حقیقی کی چوکھٹ پر جھکنا سکھانا ہے۔ یہ اتنا جامع امر ہے کہ تمام غرضیں اس میں سمٹ کر آجاتی ہیں۔ امیری و فقیری، اسیری، آزادی، حکمرانی، درویشی ہر حال میں اپنے مالک حقیقی سے ڈرنا اور اس کی بے آواز لاٹھی کے برسنے سے خوف رکھنا...... بالخصوص وہ شخص جس کو امارت و حکومت سونپی جائے وہ اقتدار، تخت شاہی پر فائز ہو کر اس بات کا لحاظ رکھے۔

اسلام کے پیغام میں یہ بات بنیادی حیثیت رکھتی ہے عزت و ذلت دنیا کی طاقتوں کے پاس نہیں بلکہ کسی اور کے ہاتھ میں ہے جو چھین بھی سکتا ہے اور عطاء بھی کر سکتا ہے۔ اپنے آپ کو اقتدار کے عہدے پر بیٹھ کر تکبر و غرور کی ہوا تک سے بلکہ اس کی بدبو سے بھی محفوظ رکھنا چاہیے۔ مشہور ہے کہ اس دنیا میں چار حکمران ایسے گزرے ہیں جنھوں نے ساری دنیا پر حکمرانی کی ہے جن میں سے دو (نمرود و بخت نصر) نے اقتدار حاصل کرنے پر غرور و تکبر سے کام لیا تو آج ان کا نام لینے کو کوئی تیار نہیں اور دو (حضرت سلیمان علیہ اسلام اور حضرت ذوالقرنین) نے اقتدار پر بیٹھ کر بھی مالک حقیقی کے سامنے اپنی پیشانی کو جھکایا اور خلق خدا کی خدمت کے ساتھ صحیح رہنمائی فرمائی خدا نے رہتی دنیا تک ان کے ناموں کو زندہ جاوید رکھا ہے اور ان کا ذکر خیر قیامت تک باقی رہے گا۔

آیئے ذرا نبوت سے ایک مثال کے ذریعے اس بات کو ذرا اور وضاحت سے سمجھ لیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین عالم کی طرف خطوط کا سلسلہ جاری فرما کر انہیں اسی نکتہ پر متوجہ فرمایا اور حقیقی بادشاہ اور شہنشاہ دو جہاں کی اطاعت وفرماں برداری کی طرف بلایا، تو ان میں ایک اپنے وقت کی سپر پاور ایران کے بادشاہ کسریٰ پرویز کے نام تھا۔ اس خط کو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے جاں نثار وہمدم وفادار صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر کے روانہ فرمایا۔ اس مکتوب مبارک میں بڑے سیدھے سادے انداز میں مختصر مگر پُر اثر اور جامع ترین الفاظ تھے۔ جنہیں دیکھ کر وہ تکبر وغرور میں آگ بگولہ ہوگیا، یہ کون ہے جس کے نام سے خط کا آغاز کیا گیا ہے؟ یہ کون ہے جس کا نام میرے نام سے پہلے لکھا گیا ہے؟ یہ کون ہے جو مجھے اس جسارت سے اپنی اطاعت کی طرف بلاتا ہے؟ سیرت طیبہ میں ہے کہ ابھی آپ کا یہ دعوتی خط پورا پڑھا بھی نہیں گیا تھا کہ اس نے غیظ وغضب سے اس کو چاک کر دیا اور ٹکڑے کر کے پھینک دیا (العیاذ باللہ)۔ آگ کا پجاری تکبر میں حد سے گزر گیا اور یمن میں متعین اپنے گورنر باذان کو حکم دیا جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے سرزمین عرب سے اسے گرفتار کر کے میرے پاس لایا جائے اُس نے اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے میر منشی بابویہ اور فرفرہ کو گرفتاری کے وارنٹ دیکر روانہ کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر حضرات عبداللہ بن حذافہ سہمی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا ''ان یمزّقوا کُلَّ ممزّق ا ے اللہ ان آتش پرستوں کے اقتدار کو بھی ایسے ہی پُرزہ پُرزہ کر دے''۔

جب وہ دونوں قاصد آئے تو آقا علیہ السلام اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آفتاب ومہتاب بن کر رونق افروز تھے۔ وہ نبوت کے خداداد رعب وہیبت سے کانپنے لگے اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ آپ نے ان کی شکل وصورت کو پسند نہیں فرمایا اور طبع مبارک مکدّر ہوگئی (چونکہ وہ ایرانی طرز عمل پر داڑھی منڈائے مونچھوں کو متکبرانہ انداز سے بل دیے ہوئے تھے) آپ نے فرمایا ایسی شکل کیوں بنا رکھی ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے رب (کسریٰ) نے ہمیں ایسی تعلیم دی ہے آپ نے فرمایا ''میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے'' اور اُن سے فرمایا **ان اللہ وعَدَنی ان یُقتل کسری فی یوم کذاو کذا من شھر کذا**'' (ابن کثیر۔ حلبیہ) ایک روایت میں یوں ہے کہ ''تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا تمہارے بادشاہ کو خود اس کے بیٹے شیرویہ نے ہی قتل کر ڈالا ہے'' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر ان کو ایک مطلا پٹکہ جو آپ کو سلطان مصر کی طرف سے ہدیہ آیا تھا مرحمت فرمایا۔ انہوں نے واپسی آ کر جب یمن کے ایرانی باذان کو ساری تفصیل سنائی تو اس نے کہا اگر یہ خبر سچی ہے تو وہ واقعی اللہ کا سچا نبی ہوگا۔

ادھر پرویز کے بیٹے شیرویہ کا پیغام باذان کے نام پہنچ گیا کہ اب میں سریر آرائے سلطنت ہوں پرویز کو اس کے ظالمانہ اقدامات کی وجہ سے قتل کر دیا گیا ہے۔ باذان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت گھر کر چکی تھی وہ حاضر خدمت ہو کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ دوسری طرف مورخین نے لکھا شیرویہ اپنے باپ کے شاہی دواخانہ میں داخل ہوا اور

ایک شیشی (جس میں زہر تھا) مردانہ طاقت کی دوا سمجھ کر پی گیا جو اس کی موت کا سبب بن گئی۔ یوں اس کی بیٹی اقتدار کی مالک بنی مگر وہ بھی زیادہ مدت تک حکومت نہ کر سکی۔ الغرض کسریٰ پرویز کے بعد تختِ فارس پر کسی حکمران کو اطمینان نصیب نہ ہوا اور اقتدار پر غرور کرنے والوں کا سورج جلد ہی غروب ہو گیا۔ ۱۴ھ میں سیدنا فاروق اعظم کی خلافت میں اس کے خزانوں کے مالک مسلمان بنے۔

عبرت اور درس کے لیے بے شمار واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے جب بھی کسی نے اقتدار پر متمکن ہو کر اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے اور وحی و تعلیماتِ نبوت سے دست بردار ہوا تکبر و غرور کے راستے کا راہی بنا تو تاریکیوں میں گرا ہے۔ وطن عزیز ملک پاکستان جو کہ خدا کی بڑی نعمت ہے، موجودہ حالت بڑی تیزی سے دن بدن عجیب تر ہو رہے ہیں۔ موجودہ حکمرانوں کو ماضی سے سبق حاصل کرنا چاہیے خدا کی وحی اور تعلیماتِ نبوت کے مراکز دینی مدارس کو مٹانے والوں کا کیا حشر ہو رہا ہے؟ خلقِ خدا پر ظلم کرنے سے، دین کے مراکز کے بارے منفی رویوں سے، مظلوم مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرنے سے، خلقتِ خدا کے نقصان پر مبنی پالیسیاں بنانے سے، بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے دشمنوں، مرزائیوں قادیانیوں کو نوازنے سے، خداوندانِ یورپ کو خوش کرنے سے، غیر مسلموں کے ساتھ بے حمیتی کے تعلقات رکھنے سے جن نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا ان کو بھی سوچیں۔ رب کی بے آواز لاٹھی جب برسے گی تو جائے پناہ نہ ملے گی آج کا حکمران نمرود، شدّاد اور کسریٰ سے زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ ان کو بے نام ونشاں کرنے والا رب انھی طاقتوں کے ساتھ سلامت ہے اور رہے گا، اسے زوال وفنا نہیں ہے۔ اقتدار پر بیٹھ کر تکبر و غرور کا نشہ سوچنے کی صلاحیت پر پردہ نہ ڈال دے۔ عقل کی طاقت کو وحی کے روشنی سے مستنیر کیجیے اور جس مقدس کلمے پر وطن عزیز کو حاصل کیا گیا ہے اس کے نفاذ کو یقینی بنایئے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

مفلسی

جمشید حامد ملتانی

کیا عجیب چیز کا نام ہے یہ مفلسی لوگوں کی حقارت بھری نگاہ مفلس کیلئے کسی گولی سے کم نہیں ہوتی اور کسی غریب بچے کی معصوم سی خواہش سننے کے بعد اُس کے والدین کی حالت کسی کنویں میں پڑے بے بس انسان کی سی مانند ہے یعنی ایک ایسا کنواں جس میں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ مفلس رہنا یا انسان کو نیک بنا دیتا ہے یا باغی۔ یہ انسان کے اوپر منحصر ہے کہ اُس کا معاشرہ کیسا ہے۔ آج کے دور میں غریب ہونا بھی ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ لوگ آپ کو قبول کرنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات ایک غریب سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح باتوں کے بہکاوے دے کر اپنے نادان بچوں کی خواہشات انہیں بھلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اُسے مجبوری کے سمندر میں ڈوبے دل کے ساتھ یہ سب کرنا پڑتا ہے۔ بھلا کون باپ چاہیے گا اُس کا بچہ خواہش کرے اور وہ اُسے پورا نہ کرے۔ مجبوری کے مارے خیالات میں ڈوبا مفلس انسان نجانے کہاں نکل جاتا ہے یہ وہ خود بھی بھول جاتا ہے۔ صبح سے لے کر شام تک کمانے والا غریب مزدور مشکل سے اپنے بچوں کو 2 وقت کی روٹی مہیا کر پاتا ہے۔ غریبی کا بوجھ بہت بڑا ہوتا ہے اور اس بوجھ کو اُٹھاتے مفلس بیچارے کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش جاری رہتی ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے

بہا بہا کے آنسو ہوتے نہیں ختم
کتنی امیر ہوتی ہیں آنکھیں غریب کی

جی ہاں غریب کے دل کے ساتھ اُس کی آنکھیں بھی امیر ہوتی ہیں۔ غریب کا دل بہت بڑا ہوتا ہے بیشک اُس پر مالی بحران ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر اُس کے گھر کوئی مہمان آجائے تو وہ خود بھوکا رہ کر اُسے اپنے کھانے میں شریک ہونے کی دعوت ضرور دے گا اور ایسے ہی غریب کا دل امیر کہلاتا ہے۔ اُس کی آنکھیں بھی امیر ہوتی ہیں جن میں سے مجبوری اور بیچارگی کی وجہ سے آنسوؤں کی بارش جاری رہتی ہے۔ مفلس ہر وقت پریشان حال رہتا ہے کہ وہ کس طرح اپنے بچوں کی روٹی پوری کرے، انہیں تعلیم دے، ان کی چھوٹی چھوٹی خواہشات پوری کرے، انہیں کس طرح اپنے عزیز واقارب کے بچوں کے برابر پہنائے، کھلائے، اور زندگی کی سہولیات مہیا کرتے ہوئے وہ سب کچھ دے جو ایک نارمل فیملی کے بچے کے پاس ہوتا ہے۔ ہماری دینی روایت بالکل واضح ہے کہ جو غریبوں کا سہارا نہیں بنے گا پھر اللہ اُس کا سہارا نہیں ہوگا اور اگر تمہارا رشتہ دار اور ہمسایہ بھوکا سو گیا اور تم نے پیٹ بھر کھا لیا تو تمہیں اللہ کے ہاں جواب دہ ہونا ہوگا۔ اللہ تم سے اُس کا حساب لے گا۔

نہ جانے آج کا مسلمان کس دھن میں مگن ہے کہ وہ غریب ہمسائے اور رشتہ دار سے تعلق ہی نہیں رکھنا چاہتا۔ یہاں تو یہ حال ہے کہ رشتہ دار اور ہمسائے تو دور کی بات لوگ اپنے غریب بھائی کو بھی اپنا بھائی کہتے ہوئے کتراتے ہیں کہ کہیں اس کی شان میں کسی قسم کی کمی نہ آجائے کہ اُس کا بھائی غریب ہے۔ لوگ قبر اور حشر کو بھول چکے ہیں لوگ پیسے اور دنیا کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن موت اور انصاف کا دن برحق ہے اور دور بھی نہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم دونوں حقوق کے پابند ہو جائیں حقوق اللہ اور حقوق العباد یہی مسلمان کی کامیابی کے راستے ہیں۔ ورنہ پھر تو بس دہکتی آگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ اللہ ہم سب کو دونوں حقوق پر پورا اترنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اردگرد کے تمام غرباء کی مدد کر سکیں اور جو غریب بے حال ہیں اللہ ان کی مشکلات دور کرے اور ہر مسلمان کو اپنی رحمت کے سائے تلے لیے رہے۔ آمین

مخمس بر غزل قدسی در نعت سرور کائنات

حکیم مومن خان مومنؔ

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی میں غلام اور وہ صاحب ہے، میں اُمت وہ نبی
یا نبی یک نگہِ لطف بہ اُمّی و اَبی مرحبا سیدِ مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مظہرِ نور خدا شکل ہے محسودِ صنم محو تیرے ملک و حور پری و آدم
کیا ہی عالم ہے کہ تصویر ہی کا سا عالم منِ بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ جمال ست بدین بوالعجبی

دشتِ عالم میں سراسیمہ گزری اوقات آج تک منزل مقصود نہ پائی، ہیہات!
مدد اے خضرِ کرامت کہ نہیں پائے ثبات ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
لطف فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی

خود کہا ابن ذبیحین تو ظاہر میں کہا جوہر پاک کی خوبی ہے فرشتوں سے سوا
سر سے لے پاؤں تلک نورِ خدا نام خدا نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

صاحبِ خانہ سے ہوتا ہے مکاں کا اکرام وہی جنت ہے جہاں میں ہو جہاں تیرا مقام
آبِ ہر چشمہ کرے کوثر و تسنیم کا کام نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

ہوئی انجیل کہاں ناسخ تورات و زبور تیری خاطر سے خدا نے یہ نکالا دستور
ہے رعایت تری ہر بات کی کتنی منظور ذات پاک تو درین ملک عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بزبان عربی

کر سکے پایۂ عالی کو ترے کون ادراک تیرے درجہ کو نہ عیّوق ہی پہنچے نہ سماک
گرچہ کافی تھی فضیلت کو حدیثِ لولاک شبِ معراج عروج تو گذشت از افلاک
بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

جوش میں شوق کے کچھ یاد رہی مدح نہ ذم یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا جائے ہے اور کیا ہیں ہم
خود ستائی ہے زبس رسمِ فصیحانِ عجم نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

مومنِ زار کی صحت کا نہ تھا کچھ اسلوب نہ دوا اور نہ پرہیز، مرض حرص ذنوب
یہ ترا لطف ہے اعجاز مسیحا سے بھی خوب یا طبیب الفقرا انت شفاءٌ لقلوب
زاں سبب آمدہ قدسی پئے درماں طلبی

خواہشِ مدینہ

محمد فیاض عادلؔ فاروقی

ایک خواہش تھی جو اَب ادھوری نہیں
میرے گھر سے مدینے کی دُوری نہیں

دونوں بے مثل ہیں، وہ خدا، یہ نبیؐ
جس کی جتنی ہو تعریف پوری نہیں

لب پہ ذکرِ خدا، دل میں یادِ نبیؐ
بڑھ کے کام اِس سے کوئی ضروری نہیں

پہلے صلِّ علیٰ، بعد صلِّ علیٰ
یوں دعا میری کوئی ادھوری نہیں

کیا ہے اس کی نماز و درُود و دعا
جس کو حاصل ہی دل کی حضوری نہیں

اُسوَۂ مصطفیٰؐ، منشأے کِبرِیا
ہرگز اِن دونوں میں کوئی دوری نہیں

الفتِ مصطفیٰؐ، مرضیٔ کبریا
ہوں نہ باہم تو منزل بھی پوری نہیں

سدرۃُ المُنتہیٰ مُنتہائے مَلک
اس سے آگے تب و تابِ نوری نہیں

جو ملی اُنؐ کو 'اَدنیٰ' سے 'اَوحیٰ' تلک
ایسی عادلؔ بھی تھی شانِ طوری نہیں

رُوداد

امام سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

وفورِ سوزِ فرقت سے ہوئی ہے خستہ جاں میری
ذرا نظرِ کرم للہ، سن لو داستاں میری
مجھے حکمِ بیاں مل جائے سرکارِ نبوت میں
مرے بس میں نہیں ہے قوتِ ضبطِ فغاں میری
کہاں حامیم و مزمل، کہاں اک بندۂ احقر
قیاسِ مدحِ احمد سے لرزتی ہے زباں میری
دلِ صد چاک کے ٹکڑے، بطور نذر لایا ہوں
قبولِ آستاں ہو جائے، جنسِ رائیگاں میری
میں وہ بلبل ہوں، جس کے دم سے تھی سب رونقِ گلشن
چمن والوں نے لوٹی ہے، متاعِ آشیاں میری
وہ اپنا دورِ رنگیں، یاد کر کے غم میں گھلتا ہوں
فزوں تر تھی نظر جب، از حدِّ سود و زیاں میری
بہارِ خلد کا منظر، کبھی تھی زندگی اپنی
اور اب رہتی ہے محوِ گریہ، چشمِ خوں فشاں میری
میری بربادیاں تم سے، طلب گارِ عنایت ہیں
ہے محتاجِ کرم حالت، شہنشاہِ زماں میری
دلِ مجروح کو اب، چاہیے مرہم تلطف کا
فسردہ ہو رہی ہے غم سے، پھر روحِ جواں میری
کرم فرما بسوزِ دل اثر از من نمی آید
بجز درماندگی چیزے دگر از من نمی آید

پرچمِ احرار

ابوسفیان تائبؔ

یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا
قربانی و ایثار کو دہراتا رہے گا

تاسیس سے لے کر یہ ابد تک کے لیے ہے
باطل کے تعاقب میں یہ تب تک کے لیے ہے
ہر جعلی نبوت سے یہ ٹکراتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

چلنے نہیں دے گا یہ کوئی جھوٹی نبوت
ٹھہرے گی مقابل نہ کوئی سطوت و عظمت
دشمن سے یہ خود کو یوں ہی منواتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

یوں ختم نبوت کی یہ کرتا ہے نقابت
اللہ کی حکومت کی بھی دیتا ہے یہ دعوت
یوں دعوت حق سب کو ہی پہنچاتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

خوں دے کے ترپن میں جو پیغام دیا تھا
اللہ نے چوہتر میں یہ انعام دیا تھا
مرزائی تو کافر ہیں یہ لکھواتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

ہے ختم نبوت ہی مسلمانوں کی پہچان
اس سچے عقیدے پہ وہ ہو جاتے ہیں قربان
یہ جذبہ ہی احرار کو گرماتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

احرار سے ٹکرائیں جو بل منہ کے گریں گے
دینا میں اور عقبیٰ میں تڑپتے ہی پھریں گے
ہر ایک کیے اپنے کا پھل کھاتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

بخاری(۱) کا چلن جو بھی چلے ہے وہی جاں باز
ساتھ ان کے ملے گی اسے جنت کی بھی پرواز
فردوس کے یوں لطف بھی وہ پاتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

تائبؔ بھی ہے احرار کا اِک خادم ناکارہ
بوذر(۲) نے ہی احرار کو اس دل میں اتارا
ہر حال میں احرار کے گُن گاتا رہے گا
یہ پرچم احرار ہے لہراتا رہے گا

(۱) سید الاحرار حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

(۲) امام اہل سنت، جانشین امیر شریعت، قائد احرار مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

☆......☆......☆

حامد سراج کی ''میّا''

حبیب الرحمٰن بٹالوی

ماں کا موضوع وہ قوسِ قزح ہے کہ جس صاحب قلم نے بھی اس پر لکھا، انس و الفت اور دل بستگی و وارفتگی کے سارے رنگ یک جا کر دیے۔ رنگوں کی یہ دنیا کس قدر حسین، کس قدر بھلی اور کس قدر اعلیٰ وارفع ہے اور اس دنیا میں سرور و مستی کا ایک ایسا جہان آباد ہے، جو اپنا انوکھا مزاج اور رویہ رکھتا ہے۔ اس محبت بھرے اور شفقت سے لبریز موضوع پر لکھنے والوں میں ایک نام جناب حامد سراج کا بھی ہے، جنھوں نے اپنی ماں سے محبت کو ''میّا'' کا نام دیا ہے۔

حامد سراج نے اپنی اس کاوش میں روایتی جملوں اور گھسے پٹے لفظوں کے بجائے مکالماتی اسلوب اور نگارش اختیار کر کے اس کتاب کو حیات جاوداں عطا کر دی ہے۔ انس و الفت میں گندھے ہوئے الفاظ کو ایسی خوبصورت لڑی میں پرو دیا ہے کہ جس سے نہ صرف دل گداز ہوتے ہیں بلکہ یادوں کے کئی در بھی وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

حامد سراج، میانوالی کے معروف قصبہ ''کندیاں'' سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع ایک جیتی جاگتی بستی ''خانقاہ سراجیہ'' سے تعلق رکھتے ہیں۔ ''میّا'' کے علاوہ ان کے افسانوں کے دو مجموعے (وقت کی فصیل اور برائے فروخت) بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ''میّا'' دبیز کاغذ پر بہت ہی خوبصورت انداز میں چہار رنگے گرد پوش کے ساتھ شائع کی گئی ہے جس کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے کہا ہے:

> ''افسانوی ادب پر اپنے قلم کے گہرے نقوش مرتسم کرنے کے بعد ماں جیسے آفاق گیر موضوع پر، لائن اور لینتھ برقرار رکھتے ہوئے، طویل مکالماتی خاکہ لکھ کر محمد حامد سراج نے دنیائے ادب میں اپنے مقام محفوظ کر لیا ہے۔ ''میّا'' میں کہانی کا سحر بھی ہے، رپورتاژ کا گہرا تاثر بھی، مرقع کشی کی نظر نوازی بھی ہے اور ڈرامے کی بیانیہ منظر نگاری بھی۔ فقروں کی موزوں خشت کاری نے اسے ایک تخلیقی نثر پارہ بنا دیا ہے''۔

سرحد پار سے جناب مشرف عالم ذوقی نے اپنی تقریظ میں لکھا:

> ''ماں کا دکھ کس نے دیکھا ہے، ماں کا سکھ کس نے جانا ہے۔ ''میّا'' کے مطالعے سے گزرنے کے بعد، میں ہفتوں سو نہیں پایا۔ مومن کا زمانہ ہوتا تو وہ کہتا کاش! میرا سارا دیوان لے جاؤ مجھے ''میّا'' دے دو۔ ''جن کے پاس میا ہوتی ہے وہی جانتے ہیں کہ ان کے پاس دنیا کی کتنی بڑی طاقت ہے''۔ ایک بھائی اپنی دولت کی چمک، دوسرے بھائی کے سامنے گنواتے ہوئے پوچھتا ہے...... ''میرے پاس بنگلہ ہے، گاڑی ہے، دولت ہے، تمھارے پاس کیا ہے؟ دوسرا بھائی جواب دیتا ہے ''میرے پاس ماں ہے''۔

حامد سراج کی یہ کہانی ماں سے شروع ہو کر ماں پر ختم ہو جاتی ہے۔ انھوں نے اردو فکشن کی تاریخ میں ''میّا'' لکھ کر ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے، جو اس سے قبل کسی بھی قلم کار کے حصے میں نہیں آیا۔ ''میا'' میں ماں کی عظمت کے تابندہ اور

درخشندہ نقوش بھی ہیں اور ماں سے محبت کی ان مٹ یادیں بھی۔ ان نقوش اور یادوں سے پھوٹتی اور پھیلتی ہوئی روشنی سے ''میا'' کو ایک شاہکار تصنیف کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔

''میا'' میں مکالماتی رنگ تو ہے لیکن ان مکالموں میں بھی نثری نظم کا گمان ہوتا ہے۔ ماں ایسے موضوع پر ایسی استعاراتی نثر پڑھنے کو بہت کم ملتی ہے۔ محاوروں اور استعاروں کے برمحل استعمال سے افسانے کی دلکشی میں اضافہ ہو گیا ہے:

> ''ماں بستر کو گھر کرتی جا رہی تھی اور گھر خالی ہوتا جا رہا تھا...... ماں کی آنکھ کے دریچوں میں، صرف دو بار آنسوؤں کے پرندے اترے''۔

ماں کے جانے سے افسانہ نگار کو نبض کائنات ڈوبتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ وقت کے رکنے کے مناسبات اکٹھے کرتا ہے، جو وال کلاک سے کیلنڈر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آنکھوں کے سامنے ماں کے بچھڑنے کا عمل اس قدر دردناک ہے کہ دل غم سے بھر جاتا ہے۔ ماں جیسی عظیم ہستی سے بچھڑنے کے اس اذیت ناک عمل کو حامد سراج نے کس طرح بیان کیا ہے:

> ''میں نے گھر میں دیکھا سارے وال کلاک تھم گئے تھے، وقت رک گیا تھا، ایئر کنڈیشنر دن رات چلتا رہا، ماں کے اندر کینسر کی گرمی سوا نیزے پر پہنچ گئی، دو آنسو گرے اور ماں نے چپ سادھ لی۔ ماں! کسی نے بین نہیں کیا، کوئی نوحہ نہیں ہوا۔ پورے وقار کے ساتھ تیرا جنازہ اٹھایا گیا اور تو نے زمین اوڑھ کر آخرت کو گھر کر لیا۔ آج کیلنڈر تمام ہوئے''۔

''میا'' میں افسانہ نگار کہیں کہیں اللہ تعالیٰ سے فریاد کناں بھی ہے کہ ماں جیسی عظیم ہستی کو بھیج کر پھر اسے واپس کیوں بلاتا ہے۔ دنیا میں تنہا رہنا اور سائبان کے بغیر زندگی گزارنا ایک ایسا درد، ایسی بے بسی اور ایسی بے چارگی ہے کہ اسے وہی جان سکتا ہے جو اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہو گیا ہو اور جس سے یہ نعمت غیر مترقبہ چھن گئی ہو۔

> ''اے رب کریم! تو ماؤں کو کیوں بلاتا ہے، ساری عمر کے لیے دھوپ کا سائباں کیوں تان دیتا ہے، یوں لگتا ہے دل کے توے پر لفظ جل گئے ہیں''۔

ایسی خوبصورت تشبیہات اور ''یادوں کی زنبیل'' جیسے داستانوی علائم سے افسانے کی اہمیت و وقعت میں گرانقدر اضافہ کر دیا ہے۔

> '' جلے ہوئے لفظوں کی راکھ میں انگلیاں پھیرتے ان گنت قرن گزر گئے۔ میں دشت تنہائی میں آبلہ پا، بے سائباں، کاندھے پر یادوں کی زنبیل اٹھائے، سایۂ شجر کا متلاشی سوچ رہا ہوں کہ ماں کے بعد بھی کہیں کوئی سایہ ہوتا ہے؟''

حامد سراج نے علامت نگاری کی ایسی دنیا آباد کی ہے، جس میں حسن بھی ہے اور دلکشی بھی:

> ''میں نے اپنے دوست پروفیسر عبدالباسط کو خط لکھا، میں نے آنسو اس کو پارسل کر دیے۔ بھائی آیا مگر اس وقت میری آنکھ کی منڈیر پر آنسوؤں کا ایک پرندہ بھی نہیں تھا''۔

ماں کے چلے جانے کے بعد گھر، گرہستی اور گرد و پیش کی حالت کیسی ہو جاتی ہے اور اداسیاں اور پریشانیاں اس طرح عود کر آتی ہیں کہ ماں کی جدائی کا دکھ شدید تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ دنیا کی ساری رنگینیاں، ساری خوشیاں اور ساری آسائشیں بے مزہ، پھیکی پھیکی معلوم ہوتی ہیں۔ جب ماں رخصت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ سایہ، ٹھنڈک، میٹھی چھاؤں،

رونقیں، مسکراہٹیں بھی رخصت ہو جاتی ہیں۔ بہار، خزاں جیسی معلوم ہوتی ہے اور زندگی کے درخت بے برگ و بار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ منظر اور کیفیت حامد سراج نے کس خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے، ملاحظہ کریں:

''ماں تمھارے جانے کے بعد کائنات بے روح ہوگئی ہے، چہرے ساکت، آسمان چپ، ستارے بے نور، سورج زرد، شجر خزاں رسیدہ اور ہوائیں کرلاتی رہتی ہیں، موسم سرکتے رہتے ہیں، آنکھیں تمھیں تلاش کرتی رہتی ہیں، دل کی نم زمین پر یادیں ننگے پاؤں ٹہلتی رہتی ہیں، موسم کے آنچل میں جتنے پھول تھے، رونقیں مسکراہٹیں، سایہ اور ٹھنڈک میٹھی چھاؤں، سب کے سب تمھارے ساتھ رخصت ہوئے، اب تو صرف دھوپ کا آنچل ہے۔

حامد سراج نے ''میا'' میں بظاہر ایک سادہ سی کہانی بیان کی ہے مگر اس کے لفظوں میں رنگوں کی رم جھم اور جذبوں کے زیر و بم کو نو بہ نو دنیائیں آباد ہیں۔ ماں ہم سے رخصت ہوتی ہے تو یادوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ یادیں دلوں کو کچوکے لگاتی رہتی ہیں۔ احساس کی قوت غم سے نڈھال ہو جاتی ہے اور طبیعت میں بے قراری و بے چینی در آتی ہے۔ اولاد کے لیے قیامت تو اسی روز آجاتی ہے جب اُس سے ماں جیسی عظیم ہستی رخصت ہو جائے۔

''مگر اب کے ستم برنے...... درخت منتہی پر ہاتھ کیوں رکھا
ستم بر کیسے بولے گا...... ستم برسے کوئی پوچھو کہ
بریدہ شاخ بے جاں کی اذیت جاننے والے
کوئی زندہ درختوں پر بھی ایسے وار کرتا ہے
ماں! تو اپنی یاد کے خیمے ساتھ لے جاتیں تو اچھا تھا
ان خیموں میں مکیں یادیں اداس رہتی ہیں
یہ یادیں دکھ کے چولہے پر آنسو ابالتی رہتی ہیں
درد میرے اندر کرلاتے رہتے ہیں
ماں! حوصلہ کس بازار میں بکتا ہے
کوئی تو چٹکی بھر...... ہم کو بھی خرید کر لادے
ماں! تو کہتی تھی
خدایا! میرے بچوں کو قیامت تک...... سلامت رکھنا
تو پھر جاتے ہوئے، گھر میں
قیامت کیوں نہیں دیکھی!''

اس افسانے کی سب سے بڑی خوبی ''حل''، یعنی نثری تضمین ہے۔ وہ اساتذہ کے شعروں کے مضامین کو اس طرح نثری جملوں میں کھپاتے ہیں گویا انھیں فنی اصطلاح ''حل'' پر عبور حاصل ہے۔

جنید حفیظ کیس......کچھ حقائق

تحریر و تحقیق: ملتان وُکلا سوسائٹی

مُلتان بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی میں ایم فل انگلش کے سٹوڈنٹ، ویزیٹنگ لیکچرار اور توہین رسالت کے مُلزم جُنید حفیظ کیس کے درج ذیل تمام تر واقعات کوئی جذباتی آرٹیکل یا افسانہ نہیں بلکہ یہ حالات اس کیس کی اب تک کی عدالتی کارروائی، گواہوں کے بیانات، یونیورسٹی ریکارڈ اور کیس کی تصدیق شُدہ فائل سے لیے گئے ہیں جو دستاویزات، بیانات، شواہد، انکوائری رپورٹ، یونیورسٹی کمیٹی کی انکوائری رپورٹ، پولیس رپوٹ پر مبنی ہیں اور یہ اس واقعے پر پہلی مکمّل تفصیلی رپورٹ ہے۔

13 مارچ 2013ء کو امریکی کونسلیٹ جنرل لاہور کے کونسلر جنرل مسٹر جیسن ریف کو بشریٰ عزیز نامی ایک امریکی شہری درج ذیل ای میل بھیجتی ہے۔

Hello, Mr. Reaff,

"I don't know if you are still there or not, but I hope some responsible person will get my email. In Pakistan one of our family friend is accused of "Blasphemy". He is on run to save his life. I just wonder if you folks can help him? And what is the procedure to get help from our embassy. Thank God I am a US citizen and living in USA, but he is Pakistani and in Pakistan. Thank you"

یہ واقعہ نہ یہاں سے شروع ہوتا ہے اور نہ ختم:

22 فروری 2013 کی صبح چند طُلباء انگلش ڈیپارٹمنٹ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کی چیئر پرسن ڈاکٹر شیریں زبیر کے دفتر میں ایک درخواست ڈاکٹر شیریں کو دیتے ہیں جس میں ایم فل انگلش کے طالب علم اور انگلش ڈیپارٹمنٹ کے ویزیٹنگ لیکچرر جنید حفیظ کے متعلق چند شکایات درج ہوتی ہیں کہ جُنید حفیظ دوران لیکچر، اپنے فیس بُک اکاؤنٹ اور فیس بُک پر تخلیق کردہ پیج پر مذہب، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اور اُمہات المومنین کی تضحیک کر رہا ہے لہذا اسکی سرگرمیوں کو روکا جائے اور اسکے خلاف کارروائی کی جائے۔

ڈاکٹر شیریں وہ درخواست لے لیتی ہے اور طُلباء کو کہتی ہے کہ آپ تھوڑی دیر باہر رُکیں میں آپ سے بعد میں بات کرتی ہوں۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد ڈاکٹر شیریں زبیر طُلباء کو اندر بُلاتی ہے اور اُنکے سامنے اُس درخواست کو پھاڑتی ہے اور اپنے کمرے میں موجود dust bin میں پھینک دیتی ہے اور طُلباء کو غُصّے سے بھرے لہجے میں وارننگ دیتی ہے کہ اگر اس بات کا کسی سے ذکر کیا یا دوبارہ ایسی شکایت لے کر آئے تو تُم لوگوں کو بغیر ڈگری دیئے ڈیپارٹمنٹ سے نکال دونگی۔

طُلباء واپس چلے جاتے ہیں۔اسکے بعد چند ڈے سکالرز طُلباء یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو جُنید حفیظ کے خلاف اسی طرح کی ایک درخواست پیش کرتے ہیں جس میں 25 فروری 2013 کو بی زی یو کے IMS ہال میں ہونے والے سیمینار کا ذکر کرتے ہیں جس میں سیمینار کے مقرر جُنید حفیظ کے خُدا کی شان بارے تضحیک آمیز کلمات اور بسم اللہ کے مذاق اُڑائے جانے کا ذکر شامل ہوتا ہے۔طلباء درخواست دے کر واپس آجاتے ہیں لیکن کوئی کاروائی نہیں ہوتی۔کیونکہ وی سی جب شیریں کو بُلا کر اس واقعے کا پوچھتے ہیں تو شیریں کہتی ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہُوا۔

7 مارچ 2013 کو جُنید حفیظ کے فیس بُک پیج so called liberals of pakistan پر ایک پوسٹ آتی ہے جس میں تین سوالوں کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور اُمہات المومنین کی شان میں صریحاً گُستاخی کی جاتی ہے۔

پوسٹ درج ذیل ہے

پہلا سوال: تو پھر زینب کے خاوند کو اپنا منہ بولا بیٹا کیوں بنایا؟

دوسرا سوال: زینب کے پرکشش جسم پر نظر پڑنے کے بعد ہی عرب سے منہ بولے رشتوں کا رواج ختم کرنے کا خیال کیوں آیا؟

تیسرا سوال: اگر عرب سے منہ بولے رشتوں کا رواج ختم کرنے کا ارادہ مبارک فرمایا تو اپنی بیویوں کو مسلمانوں کی مائیں قرار دے کر ان بیچاریوں کو اپنی موت کے بعد کیوں شادی کی اجازت نہیں دی یہ بھی تو منہ بولا رشتہ تھا جو محسن انسانیت بنایا تھا۔(ملا منافق رحمۃ اللہ علیہ)

گروپ میں موجود طُلباء جُنید حفیظ کو پوسٹ ہٹانے کا کہتے ہیں لیکن جُنید حفیظ وہ پوسٹ نہیں ہٹاتا۔طُلباء اُس پوسٹ کو لے کر کافی غُصہ ہوتے ہیں اور پھر چند دوستوں کے مشورے سے ایک سینئیر ڈاکٹر پروفیسر کو ملتے ہیں۔پروفیسر طُلباء کو شروع میں یہ کہہ کر انکار کر دیتا ہے کہ آپ اپنی ڈیپارٹمنٹ کی head سے رابطہ کریں جس پر طلباء ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہیں کہ ڈیپارٹمنٹ کی head اُنکی بات سُننے پر آمادہ نہیں ہے اور وہ اُنہیں یونیورسٹی سے نکال دے گی۔ یہ بات سُن کر پروفیسر ڈاکٹر شیریں سے بات کرتا ہے اور جُنید حفیظ کو یونیورسٹی میں اپنی رہائش گاہ پر بُلاتا ہے جہاں ڈیپارٹمنٹ کے طُلباء بھی موجود ہوتے ہیں۔پروفیسر جُنید حفیظ کو اُسکی فیس بُک والی پوسٹ کے بارے میں بتاتا ہے جس پر جنید حفیظ کہتا ہے کہ اُس نے یہ گروپ آزادی اظہار رائے کے لیے بنایا ہے لہذا وہ کسی بھی پوسٹ کو نہیں ہٹا سکتا۔اسکے بعد طُلباء اور جنید حفیظ چلے جاتے ہیں۔

دو دِن گزرنے کے باوجود وہ پوسٹ ڈیلیٹ نہیں ہوتی بلکہ یہ سلسلہ مزید تیز ہو جاتا ہے۔اسکے بعد تین مزید پوسٹس آتی ہیں جن میں peace be upon him کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام کیساتھ نعوذ باللہ piss be upon him لکھا ہوتا ہے۔ایک اور پوسٹ آتی ہے جسکا عنوان Muhammad the Rapist اور Muhammad the sex maniac لکھا ہوتا ہے اور اس طرح کی کافی پوسٹس آتی ہیں جن کا بیان کرنا کسی بھی مُسلمان کے لیے ناممکن ہے۔یہ بات ہاسٹل اور پوری یونیورسٹی میں پھیل جاتی ہے جہاں مختلف ڈیپارٹمنٹس کے طُلباء سٹرائیک پر اتفاقِ رائے کر لیتے ہیں۔

12 مارچ 2013 کو طلباء تحریری طور پر دوبارہ ایک درخواست وائس چانسلر کو جمع کرواتے ہیں جس میں جُنید حفیظ کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور بصورت دیگر سٹرائیک کا عندیہ دیتے ہیں۔ جُنید حفیظ 12 مارچ کی رات اپنے ہاسٹل سے اپنے ضروری سامان سمیت فرار ہو کر ڈاکٹر شیریں کے گھر چلا جاتا ہے۔

13 مارچ 2013 کی صبح UGS ڈیپارٹمنٹ، English ڈیپارٹمنٹ کے باہر احتجاج شروع ہو جاتا ہے جس میں دونوں ڈیپارٹمنٹس کے پندرہ سو کے قریب طلباء احتجاج کرتے ہوئے UBL چوک سے ملحقہ روڈ کو بلاک کر دیتے ہیں اور اسی دوران دوسرے ڈیپارٹمنٹس سے طلباء کی ایک کثیر تعداد اس احتجاج میں شمولیت اختیار کر لیتی ہے۔

تھوڑی دیر بعد یونیورسٹی کے آر او چند سیکیورٹی گارڈز کیساتھ طلباء کے پاس پہنچتے ہیں۔ طلباء احتجاج کرتے ہوئے جُنید حفیظ کی گرفتاری اور اُس پر شفاف انکوائری کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد پولیس اور اعلیٰ ضلعی حُکام بھی موقع پر پہنچ جاتے ہیں۔ پولیس کے اعلیٰ ضلعی افسران فُٹ پاتھ پر کھڑے ہو کر طُلباء سے خطاب کرتے ہیں اور یقین دہانی کراتے ہیں کہ توہین رسالت کے اس واقعے میں جو بھی ملزمان شامل ہونگے اُنکو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ موقع پر چند طلباء کے بیان ریکارڈ کیے جاتے ہیں اور پھر باقی طلباء سے پولیس اور انتظامیہ درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنی کلاسسز میں چلے جائیں اور اپنی تعلیم پر توجہ دیں۔ جس کے بعد طلباء منتشر ہو جاتے ہیں۔

سی پی او ملتان ڈاکٹر رضوان اس واقعے کی تحقیق کے لیے 2 عدد سینئر ایس پی، ڈی ایس پی، ایس ڈی پی او، سب انسپکٹر اور آئی ٹی انچارج ملتان پر مبنی ایک JIT تشکیل دے دیتے ہیں۔ پولیس کے افسران جنید حفیظ کی گرفتاری کے لیے یونیورسٹی میں جنید کے متعلقہ ہاسٹل میں جاتے ہیں جہاں پر اُنہیں معلوم پڑتا ہے کہ جُنید حفیظ واقعے سے ایک دِن پہلے ہی ہاسٹل سے اپنے ضروری سامان سمیت چلا گیا ہے۔ جنید کے چند ہاسٹل فیلوز نے اپنا نام نہ ظاہر کرنے کی شرط پر پولیس کو بتایا کہ جُنید حفیظ رات کو ڈاکٹر شیریں زبیر کے گھر چلا گیا تھا۔ پولیس نے یہ بات وی سی کو بتائی تو وی سی نے فوری طور پر شیریں زبیر کو اپنے آفس میں بُلا لیا جہاں شیریں زبیر نے بتایا کہ جُنید ڈائیوو بس مُلتان سے لاہور کی طرف تھوڑی دیر پہلے روانہ ہو چُکا ہے اور میرے گھر پر موجود نہیں ہے۔

جے آئی ٹی نے فوری طور پر CIA کے ایک سینئر افسر کی قیادت میں پانچ رُکنی ریڈنگ پارٹی جُنید کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کر دی۔ ریڈنگ پارٹی گاڑی کو تیز رفتاری سے دوڑاتی ہوئی تقریباً جُنید حفیظ سے پندرہ منٹس پہلے ڈائیوو ٹرمینل کلمہ چوک پہنچ گئی۔ ریڈنگ پارٹی نے جُنید کو شام کے وقت لاہور ڈائیوو بس ٹرمینل پر کھڑی ڈائیوو بس نمبری LES / 3873 کی سیٹ نمبر 32 پر سے اسوقت گرفتار کیا جب وہ لیپ ٹاپ کھولے فون پر کونسلیٹ کے کسی اہلکار سے بات کر رہا تھا۔ جُنید کے قبضہ سے لیپ ٹاپ، ایک عدد فون، دو عدد سم کارڈ، بارہ عدد پاسپورٹ سائز فوٹو فریش، ایک عدد پی ٹی سی ایل انٹرنیٹ ڈیوائس، امریکی جیکسن سٹیٹ یونیورسٹی کا سٹوڈنٹ کارڈ، ڈرائیونگ لائسنس، شناختی کارڈ، کپڑے وغیرہ برآمد ہوے جس کو پولیس نے قبضہ میں لے لیا۔

جُنید حفیظ کو رات کے پچھلے پہر سی پی او آفس میں مقبوضہ سامان کیساتھ JIT کے اہلکاروں کے سامنے پیش کیا گیا۔ جے آئی ٹی کے اعلیٰ افسران نے جُنید حفیظ سے باقاعدہ تفتیش کا آغاز کیا جو ایک سوالنامہ کی شکل میں کُچھ یوں ہے:

سوال 1: کیا آپ اپنا نام پتہ اور اپنے بارے میں بتا سکتے ہیں؟

جواب: جی میرا نام جنید حفیظ ولد نصیر احمد قوم راجپوت ہے اور میں خانگاہ شریف مٹھن کوٹ کا رہائشی ہوں، بہاؤالدین یونیورسٹی میں ایم فل انگلش کا طالب علم ہوں اور اُسی ڈیپارٹمنٹ میں بطور وزٹنگ لیکچرر تعینات ہوں۔ میں بی ایس انگلش کے بعد ایک سال کے لیے امریکہ سکالرشپ پر بھی گیا تھا اور سکالرشپ ختم ہونے پر واپس آ گیا تھا۔

سوال 2: کیا آپ ہمارے سامنے اپنے لیپ ٹاپ کو آن کر سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں (لیپ ٹاپ آن کر دیا گیا اور فیس بک کا پیج کھولا گیا)

سوال 3: کیا آپ اپنا user name اور password بتا سکتے ہیں؟

.... rub 3006

جواب: جی ہاں@.......Junaid...........اور پاسورڈ3006...... rub ....

(آئی ٹی انچارج ملتان نے فیس بک پر لاگ ان کیا جس کے نتیجہ میں اکاؤنٹ اور اسے سے جُڑے پیج so called liberals of Pakistan تک رسائی حاصل کی گئی)

سوال 4: کیا یہ اکاؤنٹ آپکا ہے اور اس پیج کو آپ چلاتے ہیں؟

جواب: جی ہاں یہ اکاؤنٹ میرا ہے اور اس پیج کو میں نے چند ماہ پہلے create کیا تھا اور میں اسکا واحد ایڈمن ہوں۔

سوال 5: کیا آپ کی اجازت کے بغیر کوئی اس پیج کا ممبر بن سکتا ہے یا اس میں پوسٹ کر سکتا ہے؟

جواب: جی نہیں، نہ تو میری اجازت کے بغیر کوئی اسکا ممبر بن سکتا ہے اور نہ کوئی میری اجازت کے بغیر اس میں پوسٹ کر سکتا ہے۔

سوال 6: کیا آپ جانتے ہیں کہ اس پیج پر کی گئی پوسٹوں میں اور آپکے اکاؤنٹ پر گئی پوسٹوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، خُدا باری تعالیٰ اور اُمہات المومنین کی شان میں صریح گستاخی کی گئی ہے؟

جواب: جی میں جانتا ہوں اور مجھے اس سب پر افسوس ہے۔

سوال 7: آپ نے ان پوسٹس کو ڈیلیٹ کیوں نہیں کیا؟

جواب: دراصل میں نے یہ فورم آزادی اظہار رائے کے لیے بنایا تھا اور میں خود بھی آزادی اظہار رائے پر یقین رکھتا ہوں جس میں کسی بھی چیز پر سوال اُٹھایا جا سکتا ہے یا رائے دی جا سکتی ہے۔

سوال 8: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے اس پیج پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اُمہات المومنین کی شان میں کھُلم کھلا گستاخی ہو رہی ہے؟

جواب: جی ہاں یہ بات میرے علم میں ہے۔

اسکے بعد آئی ٹی انچارج سی پی او ملتان جُنید حفیظ کے اکاؤنٹ اور اُسکے پیج so called liberals of Pakistan کو جُنید کے دیئے گئے فیس بک کے user name اور password سے کھولنے کے بعد سارے پراسس کو لائیو ریکارڈ کرتے ہوئے توہین آمیز مواد کے سکرین شارٹ لے لیتا ہے اور sinpping tool کے ذریعے اُنکی دو عدد سی ڈیز تیار کرتا ہے اور اکاؤنٹ کو ڈی ایکٹیویٹ کر دیتا ہے۔ اگلے دِن مُلزم کو عدالت میں پیش کر کے ریمانڈ پر جیل بھیج دیا جاتا ہے۔

16 مارچ 2013 کو جے آئی ٹی ٹیم دوبارہ جُنید حفیظ کے اکاؤنٹ اور اُسکے ای میل اکاؤنٹ کو کھولتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ جُنید حفیظ نے ملتان سے لاہور جاتے ہوئے اپنا ای میل کا تمام ریکارڈ ڈیلیٹ کر دیا تھا جس میں فقط جُنید حفیظ کی ایک ریسرچ بُک اور بشریٰ عزیز کا امریکی کونسلر جنرل کو لکھا گیا ای میل جس میں اُس نے جنید حفیظ کو cc کیا ہُوا تھا اور چند ای میلز، اور جُنید حفیظ کو سکالر شپ دینے والے ایکسچینج پروگرام کی ای میلز تھی جسکے ذریعے state gov / alumini exchange نے جنید حفیظ سے رابطہ کیا تھا۔ بہر حال فیس بُک اکاؤنٹ اور گروپ سے مزید گھنٹوں کی سرچ کے بعد جنوری اور فروری 2013 اور 2012 کی 35 کے قریب مزید توہین آمیز پوسٹس نکال کر JIT نے اپنے قبضہ میں لے لیں۔

اسی اثنا میں ڈی سی مُلتان نے ہوم سیکرٹری پنجاب کو باقاعدہ سرکاری خط لکھا جس میں جُنید حفیظ کے اکاؤنٹ کو مُلتان اور پاکستان میں امن عامہ کے لیے بند کرنے کے مطالبے کا ذکر تھا۔ اس خط پر سرکاری طور میں یہ ردِعمل ہوا کہ معاملے کے بابت جُنید کے اکاؤنٹ اور پیج سے ثبوت اکٹھے کرنے کے بعد اسے بلاک کر دیا گیا۔

کیس کی تفشیش مزید آگے چلی تو پتہ چلا کے طُلباء کی ڈاکٹر شیریں کو ملزم جُنید حفیظ کے متعلق متعدد تحریری شکایات موصول ہونے کے باوجود ڈاکٹر شیریں یہ بات انتظامیہ کے علم میں نہیں لائی اور وی سی کو ملنے والی درخواست پر بھی جب وی سی نے شیریں زبیر سے اُسکا مؤقف مانگا تو اُس نے وی سی کو یہ جھوٹ بول کر گمراہ کیا کہ میں نے اپنے طور پہ یہ معاملہ حل کر لیا ہے۔

یونیورسٹی انتظامیہ اور وائس چانسلر نے جولائی کے مہینے میں یونیورسٹی کے سب سے سینئر پروفیسرز اور head of the departments پر مبنی ایک preliminary fact finding committee بنائی جس نے سب سے پہلے 25 فروری 2013 کو آئی ایم ایس ہال میں ہونے والی تقریب کی بابت بیان ریکارڈ کیے جس میں جُنید حفیظ پر تقریب کے افتاحی کلمات میں بسم اللہ کا مذاق اُڑائے جانے کا الزام تھا۔

اُس دِن تقریب میں موجود ایک سینئر پروفیسر ڈاکٹر نے کمیٹی کے سامنے اپنے بیان میں درج ذیل اعتراف کیا:

''میں اُس دِن تقریب میں موجود تھی اور ہم سب اُس دِن ایک اچھی اور خوشگوار تقریب سے مستفید ہونے جا رہے تھے کہ اچانک جُنید حفیظ سٹیج پر آیا اور اُس نے پروگرام کا آغاز جو کہ عمومی طور پر بسم اللہ سے کیا جاتا ہے مگر حیرت انگیز طور پر کُچھ درج ذیل بے ہودہ کلمات سے کیا:

"In the name of Allah Who is always absent without any leave, who's omnipotent absence is alsways taken as his amnipotent presence."

اس پر مجمع میں موجود لوگوں کو کافی حیرت ہوئی لیکن بعد میں ماحول ذرا ٹھنڈا ہو گیا اور مزید بدمزگی سے بچنے کے لیے تقریب کو جاری رکھا گیا۔ ڈاکٹر شیریں نے بعد میں کبھی اس واقعہ پر جُنید کی بازپُرس نہیں کی جس سے جُنید کو مزید شہ ملی۔

جُنید کے ایم فِل کے چند کلاس فیلو طلباء کے بیان بھی قلم بند کیے گئے جنہوں تحریری طور پر اپنے بیانات میں یہ انکشاف کیا کہ ڈاکٹر شیریں ہمیں critical theory سبجیکٹ کی آڑ میں کلاس میں بے ہودہ قسم کی فلمیں دکھاتی اور پھر اُن پر Assignmet بنانے کا بھی کہتی ہمارے لیے گھر میں ان فلموں کو دیکھنا خاصا مُشکل ہوتا لہٰذا ہم اکثر صرف گوگل سے متعلقہ فِلم کی تصویریں ڈاؤن لوڈ کر لیتیں اس بابت طُلباء نے شیریں زبیر کو جمع کروائی گئی وہ اسائنمنٹ بھی کمیٹی کو پیش

کیس جس میں انڈین فلم Dirty Picture پر اور دوسری انگلش فلموں پر اسائنمنٹ بنانے کا تحریری طور پر کہا گیا تھا۔

ایم فِل کی طُلباء نے بتایا کہ شیریں زبیر نے ہمارے ایم فل کے کلاس فیلو جُنید حفیظ کو کلاس کا مکمّل چارج بھی دے رکھا تھا اور اکثر وہ ٹاپک بھی اپنی مرضی سے منتخب کرتا تھا۔ ایک بار جُنید حفیظ نے کلاس کے تمام طُلباء کے لیے ایک غزل والا پمفلٹ دیا جسکا تنقیدی جائزہ لکھنے کو بھی کہا اس غزل کا اختتام ان دو فقروں پر ہوتا تھا:

''خُدا مر چُکا ہے''

''خُدا مر چُکی ہے''

یہ پمفلٹ اور اسکے علاوہ جُنید حفیظ کے فیس بُک اکاؤنٹ سے لے گئی چند پوسٹس بھی کمیٹی نے حاصل کر لیں جو کہ کمیٹی کی عدالت میں موجود فائل کا حِصّہ ہیں۔

شیریں زبیر کی اپنے کلاس کے طُلباء اور انگلش ڈیپارٹمنٹ کے طُلباء کے بیانات میں کمیٹی کو بتایا گیا کہ شیریں کے مذہب بارے نظریات سے یہ واضح تھا کہ وہ مذہب سے شدید نفرت کرتی تھی۔ کمیٹی نے ان سب الزامات کی بُنیاد پر شیریں سے جواب مانگا لیکن شیریں بہانے بناتی رہی اور پھر گول مول کر کے چند سوالوں کا جواب دیا۔ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں یہ نتیجہ نکالا کے بظاہر شیریں کے خلاف توہین مذہب کا کوئی بالواسطہ الزام ثابت نہیں ہوتا لیکن جُنید حفیظ کو نہ روکنا اور اسے بے جا ڈھیل دینے اور مکمّل تحفظ فراہم کرنے کی وجہ سے یہ افسوسناک واقعہ رونما ہوا اور شیریں کے انتظامیہ کو لاعلم رکھنے کی وجہ سے یونیورسٹی کی ساکھ کو نقصان پُہنچا۔ شیریں اس کمیٹی کے دریافت کردہ حقائق کی باقاعدہ رپورٹ آنے سے پہلے ہی چھٹّیاں لے کر جرمنی چلی گئی تھی اور آج تک واپس یونیورسٹی نہیں آئی۔

جُنید حفیظ پر کیس چلا جس میں جُنید حفیظ پولیس کے سامنے اعتراف کرنے کے بعد جب باقاعدہ مقدّمہ چلا تو اپنے اعترافی بیان سے مُکر گیا۔ جُنید نے یہ دفاع لیا کہ وہ 15 مارچ 2013 کو permanent لیکچرار اپوائنٹ ہونے جا رہا تھا جس کی وجہ سے اس کے مدمقابل لیکچرر کے چند candidates نے اُس کے خلاف سازش رچائی۔ جب کہ بعد میں جب یونیورسٹی کے ریکارڈ کی جانچ پڑتال کی گئی تو پتہ چلا کے جن طلباء کا نام جنید حفیظ بطور مقابل لیکچرر candidates لے رہا تھا وہ سارے ابھی ایم اے پارٹ فرسٹ کے سٹوڈنٹ تھے جن کی ابھی تعلیم تک مکمّل نہیں ہوئی تھی۔ جُنید کے اس دعوے کی مزید تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ ڈیپارٹمنٹ آف انگلش میں پرمنٹ لیکچرر کی نہ تو کوئی آسامی تھی اور نہ ہی یونیورسٹی نے ایسا کوئی اشتہار دیا تھا۔ یونیورسٹی کی مزید دستاویزات سے یہ بات بھی سامنے آئی کے جُنید تو خود ایم فل کا طالب علم ہے اور اُسکا ایم فل 2014 کے آخر میں مکمّل ہوگا لہٰذا ایم فل مکمّل کیے بغیر وہ کسی بھی طرح مستقل لیکچرر مقرر نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہی یونیورسٹی کی کوئی ایسی پالیسی ہے کہ ایک ڈیپارٹمنٹ میں ایم فل کا طالب ہوتے ہوئے کوئی امیدوار اُسی ڈیپارٹمنٹ میں مستقل لیکچرر بھرتی ہوسکتا ہے۔

جُنید حفیظ اپنے اس دعوے کی بابت ایک بھی ثبوت عدالت میں پیش نہ کر سکا۔ بعد میں ملزم نے ایک اور مؤقف اپنایا کہ چند ماہ پہلے میرا اکاؤنٹ ہیک ہوگیا تھا جس پر مُلزم سے سوال کیا گیا کہ آپکی فیس بُک فرینڈ لسٹ میں 1400 کے قریب دوست، کلاس فیلوز colleagues اور طُلباء موجود تھے جو آپ کی فیس بُک پوسٹوں پر روزانہ کی بُنیاد پر لائکس اور کمنٹس کر رہے تھے تو کیا آپ کو کسی نے نہیں بتایا کہ آپ کے اکاؤنٹ پر یہ مواد اپلوڈ ہو رہا ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ کا یہ فیس

بُک اکاؤنٹ آپ کے موبائل فون اور ای میل سے منسلک ہے تو پھر کیونکر آپ کو اتنے مہینے اس کا پتہ نہیں چلا جس پر مُلزم کوئی خاطر خواہ جواب عدالت کو فراہم نہیں کر سکا۔

مُلزم نے پھر حیران کُن طور پر ایک تیسرا اور مؤقف لیا کہ فیس بک اکاؤنٹ تو میرا ہے جو ہیک ہو گیا تھا لیکن ای میل اکاؤنٹ میرا نہیں جس پر پراسیکیوشن نے یہ سوال پوچھا کہ اگر ای میل اکاؤنٹ آپ کا نہیں تو پھر آپ کا ای میل اور فیس بُک username لاگ ان same کیوں ہے اور دوسرا آپ کا اپنا موبائل نمبر آپ کے اس ای میل اکاؤنٹ کے ساتھ منسلک کیوں ہے؟ پراسیکیوشن نے مزید یہ سوال کیا کہ آپ کے اسی ای میل سے یونیورسٹی کے چند اساتذہ کے ساتھ ای میل کا تبادلہ بھی موجود ہے اور آپ کو امریکی سکالر شپ دینے والے state gov / alumni exchange نے آپکو اسی ای میل اکاؤنٹ پر ای میل کیوں بھیجی؟ جسکی بابت ملزم پراسیکیوشن کے اس سوال کا بھی کوئی جواب نہ دے سکا۔

پندرہ کے قریب گواہان نے جنید حفیظ کے خلاف اپنے بیانات قلمبند کروائے جبکہ ملزم اپنے دعوے کے دفاع میں ایک بھی گواہ یا دستاویز پیش نہ کر سکا۔ پاکستان فرانزک لیبارٹری کو جُنید حفیظ کے فیس بُک سے لیے گئے تمام مواد کے بھیجے جانے کے بعد فرانزک لیبارٹری کی رپورٹ بھی جُنید کے خلاف آئی۔ یونیورسٹی کمیٹی کی رپورٹ بھی جُنید حفیظ کے خلاف آئی۔ لہذا حالات و واقعات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ سب قبیح حرکتیں ملزم نے امریکی شہریت/ سیاسی پناہ لینے کے لیے کیں۔ بالکل ایسے ہی جُنید حفیظ کے سابقہ اُستاد اور شیریں زبیر کے خاوند معین حیدر عُرف جوالہ مُکھی نے بھی غیر مُلکی شہریت اور سیاسی پناہ حاصل کی تھی۔

دوسری طرف جُنید حفیظ کا کیس عدالت میں چلنے لگا۔ 20 سے زیادہ مرتبہ جنید حفیظ کو عدالت میں پیش کیا گیا اور کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا لیکن پھر اچانک اسکے ایک سال بعد جنید کے وکیل راشد رحمان کو قتل کر دیا گیا جسکا مقدمہ اس کیس کی پیروی کرنے والے وکلاء پر درج کروانے کی کوشش کی گئی لیکن ثبوت کی عدم دستیابی اور وکلاء کے بے قصور ہونے کی وجہ سے یہ مقدّمہ درج نہ ہو سکا۔ اس کے نتیجے میں جنید کے کیس کو جیل میں ہی چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ کیس کے شروع میں باوجودیکہ 20 سے زیادہ مرتبہ جنید کو معمولی سیکیورٹی میں مُلتان کچہری لایا گیا اور اُس پر کبھی کسی نے حملہ تو دور کی بات جُملہ بھی نہ کسا۔

جُنید حفیظ کیس کے تمام اخراجات ہیومن رائٹس کمیشن اُٹھاتا ہے اور وکیلوں کی فیس بھی وہی ادا کرتا ہے لہذا جُنید کے والد کے میڈیا کو کیس پر اخراجات کی بابت بیان میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ سوشل میڈیا پر اس کیس کے متعلق اور جذباتی ڈراما گھڑنے کے لیے غلط طور پر یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جُنید حفیظ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج سے اپنی میڈیکل کی ڈگری چھوڑ کر لٹریچر کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ڈسپلن کیخلاف ورزی پر اُسے کنگ ایڈورڈ کالج سے نکال دیا گیا تھا جسکے بعد اُس نے مجبوری کے تحت لٹریچر انگلش میں داخلہ لیا تھا۔ این جی اوز کی طرف سے بھاری فیسیں اور سیکیورٹی پروٹوکول ملنے کیوجہ سے جنید کے وکلاء نے بے جا تاریخیں اور پیشیاں لے کر کیس کو فضول میں جہاں ایک طرف طول دیا ہے وہیں دوسری طرف این جی اوز اور اس مُلک کے مذہب بیزار طبقے نے قومی اور بین الاقوامی سطح پر نہ صرف اس کیس کے لیے لابنگ کی بلکہ فرضی قصے اور کہانیاں بنا کر اس کیس کے اصل حقائق کو بھی مسخ کرنے کی کوشش کی۔ جُنید حفیظ کیس کو دیر تک لٹکانے کے ذمّہ دار جُنید کے اپنے وُکلاء ہیں جنہوں نے فقط ایک گواہ (IT incharge) پر پورے

ساڑھے تین سال جرح کی کہ شاید کوئی چیز انکے حق میں آ جائے لیکن ایسا نہیں ہُوا اور یہ پاکستان کی تاریخ میں کسی بھی گواہ پر کی جانے والی سب سے طویل جرح تھی۔

این جی اوز، امریکی سفارت خانہ اور قادیانی طبقے کی جانب سے اس کے متعلق اس قدر مؤثر لابنگ کی گئی کہ جولائی ۲۰۱۹ء میں امریکی نائب صدر مائیک پینس نے واضح طور پر جنید حفیظ کی رہائی کا نہ صرف مطالبہ کیا بلکہ جولائی میں عمران خان کے امریکی دورے کے دوران عمران خان سے جنید حفیظ کی رہائی کے مطالبے اور امریکی امداد کو جُنید حفیظ کی رہائی سے مشروط کرنے کا عندیہ بھی دیا۔ جُنید حفیظ کو توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کے قوانین میں ترمیم کرنے والی لابی قادیانی، دہریے، امریکہ اور مغربی میڈیا صرف اس لیے ہیرو بنا کر پیش کر رہا ہے کہ اُس نے حضور اقدس، اُمہات المومنین اور اسلامی شعائر پر حملہ کیا ہے۔

2019 نومبر کے مہینے میں 20 سے زیادہ مغربی اور قادیانی سکالر جن میں قادیانی عاطف میاں بھی شامل ہیں نے پاکستان کے چیف جسٹس آصف سعید کھوسہ کو جنید حفیظ کی رہائی کے لیے ایک تحریری خط بھی لکھا ہے۔ ڈان اور دوسرے اخبارات متواتر جنید حفیظ اور اس کیس کے متعلق جھوٹ پر مبنی آرٹیکل چھاپ رہے ہیں جس میں اس واقعہ کو مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی جارہی۔ ان اخباروں سے متعدد بار کیس کے اصل حقائق بارے رابطہ کیا گیا اور حقیقت پر مبنی مواد دیا گیا لیکن کبھی کسی اخبار نے سچ نہ چھاپا۔ اس کیس کے اصل حقائق کو مسخ کر کے عام عوام کو بھی گُمرا کیا جارتا رہا ہے اور اسے مسلسل چند مذہبی طلباء کی نام نہاد معصوم جنید حفیظ کے خلاف سازش قرار دیا جا تا رہا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: کیا جنید حفیظ فارس کا شہزادہ یا نیلسن منڈیلا تھا کہ اُس کے خلاف سازش رچنے کے لیے چند طُلباء نے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کا سہارا لیا اور پھر بعد میں سی پی اومُلتان، ڈی سی اومُلتان، ہوم سیکرٹری پنجاب، سینئر ایس پی اور ایس پی انوسٹی گیشن، پولیس، یونیورسٹی انتظامیہ، وائس چانسلر، فیکٹ فائنڈنگ کمیٹی کے پانچ شعبہ جات کے سربراہان، سینئر پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ کے طلباء اور جنید حفیظ کے ایم فِل کے اپنے کلاس فیلوز اُس کا تختہ اُلٹنے کے لیے اس گھناؤنی سازش کا حصّہ بن گئے۔ یہ کیس کسی خاص گروہ یا طبقے کا کیس نہیں بلکہ پوری اُمّت کا کیس ہے۔ لہٰذا ہم مغربی میڈیا، امریکی حکومت اور این جی اوز کی اس کیس میں عدلیہ اور حکومت پر دباؤ ڈالے جانے کی شدید الفاظ میں مذمّت کرتے ہیں۔

فاضل ایڈیشنل سیشن جج صاحب نے پورے کیس اور شواہد کا تفصیلی جائزہ لینے اور تین دن اور راتوں تک دونوں جانب سے دیئے جانے والے حتمی دلائل سُننے کے بعد بالآخر جُنید حفیظ کو 295 سی میں سزائے موت، 295 بی میں عمر قید اور 295 اے تعزیرات پاکستان کے تحت دس سال قید اور پانچ لاکھ روپے جُرمانہ کی سزائیں سُنائیں۔ یہ وہی جج صاحب ہیں جو بلا خوف وخطر توہین رسالت کے الزام میں دو افراد کو اس فیصلے کے ساتھ بری کر چُکے ہیں کہ ان پر الزام ثابت نہیں ہُوا۔ جُنید حفیظ کا کیس پاکستان کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا کیس ہے جس میں رتّی برابر بھی شک موجود نہیں اور گواہوں اور ثبوتوں کا ایک نہ ختم ہونے والا انبار موجود ہے۔

نوٹ: اس کیس میں بیان کئے گئے کسی بھی واقعے کے متعلق کسی بھی قسم کی دستاویزات کی مصدّقہ کاپی عدالت سے چند سو روپے کے عوض حاصل کی جاسکتی ہے۔

احرار اور تحریک مسجد منزل گاہ۔ سکھر

تحریک آزادی کا ایک خونی اور تاریخ احرار کا ایک سنگین باب! (قسط:۱)

اثر خامہ: حضرت امام سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ

۱۔ افواہ میں سچی بات کی تعیین اور ہنگاموں میں سے صحیح واقعہ کی تلاش آسان کام نہیں پھر جب معاملہ گھر دکان یا کسی ادارہ کا نہ ہو بلکہ قومی تحریکات سے متعلق ہو جائے تو مسئلہ اور کٹھن ہو جاتا ہے۔

۲۔ تحریک مسجد شہید گنج، لاہور (۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء) ایک اہم اور بڑا خوف ناک سیاسی حادثہ تھا اس کی مستند تفصیل تو انشاء اللہ تعالیٰ حسب دستور مستقل کتاب کی صورت میں مستقل فرصت کے وقت ہی پیش کی جائے گی البتہ اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء کے کل ملکی انتخابات کے موقع پر مجلس احرار اسلام اپنی ہفت سالہ بے پناہ مختصر کارکردگی خصوصاً نمکین ستیہ گرہ اور کشمیر و کپورتھلہ میں عوامی حقوق کی جدوجہد کی وجہ سے ملک بھر میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً زبردست رسوخ اور وقار حاصل کر چکی تھی۔ اس خالص اسلامی تحریک کی انقلابی سرگرمیوں پر انگریز کی عیارانہ نگاہیں جمی ہوئی تھیں وہ اس جدوجہد کے متوقعہ نتائج کو بخوبی بھانپ چکا تھا اور اُن کے دُور بیں اثرات سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا تھا کیوں کہ اس جماعت (احرار) کو ڈھیل دینے کا صاف مطلب یہ تھا کہ اگر مجلس احرار اسلام صوبائی انتخابات میں جیت جاتی تو نہرو رپورٹ کی ترتیب کے وقت سے مسلمان جس ضغطہ میں مبتلا تھے وہ سراسر ختم ہو جائے۔ صوبہ میں مسلمانوں کی واضح اکثریت قانوناً تسلیم کی جائے۔ جداگانہ انتخاب کے ذریعہ قومی حقوق کا تحفظ ہو اور صوبائی سیاست کی اصلاح کے بعد جماعت اونچی سطح پر بہتر تجاویز لا کر ہمسایہ اقوام سے کسی معتدل اور قدر مشترک قسم کے منصوبہ پر مفاہمت کرے تاکہ انگریز جیسے عیار اور ازلی دشمن سے باعزت اور موثر طریقہ پر آزادی حاصل کرنے کیلئے کوئی فیصلہ کُن قدم اُٹھایا جا سکے۔ تو ظاہر ہے کہ فرنگی اور اُس کے گماشتے اس صورت حال کو کبھی بھی برداشت نہ کر سکتے تھے چنانچہ لندن کی ہدایات پر وائسرائیگل لاج شملہ میں منصوبہ بنایا گیا۔ آنجہانی سرفضل حسین انگریز کی ناک کا بال اور احرار کا بدترین دشمن تھا اُس نے سازش کو عملی جامہ پہنانے کا ٹھیکہ لیا۔ حسب دستور مرزائیوں کی پروپیگنڈا مشیزی سے کام لیا گیا احرار کے خلاف ظفر علی خاں مرحوم کی زیر قیادت اتحاد ملت کے نام سے ایک فرضی جماعت کھڑی کر دی گئی۔ پھر اس کے حق میں اور مسجد شہید گنج کو قانون شکنی کے ذریعہ سکھوں سے واپس لینے کے نام پر مسلمانوں میں ہیجان و اشتعال پیدا کرنے کی خاطر سرکاری اور ٹوڈی اخبارات میں فتنہ انگیز اور ہلاکت خیز مضامین لکھے جانے لگے۔ اس کے علاوہ پنجاب کے مختلف شہروں کے مختلف پریسوں کے فرضی نام لکھ کر ہزاروں اشتہار اور پمفلٹ کادیان میں چھاپے جاتے اور انگریز کے منشا کے مطابق یہ انبار در انبار شیطانی لٹریچر ہر صبح بیک وقت تمام شہروں میں خفیہ ہاتھوں کے ذریعہ تقسیم ہو جاتا تھا۔ حُسن اتفاق سے جماعت کے پرانے سیاسی مبصر جناب ماسٹر تاج الدین انصاری ان دنوں مرکز کی طرف سے کادیان میں تحریک کی توسیع و تنظیم، مرزائی تسلط کے مناسب سدِّ باب

اور کادیان کی سیاسی چیکنگ پر مامور تھے۔ انہوں نے بڑی فراست اور تدبر کے ساتھ چند ہی دنوں میں معاملات کو اپنے ڈھب پر لا کر آں جہانی مرزائی پوپ موسیو بشیر الدین محمود کے پراسرار محل اور حرم تک رسائی حاصل کی اور سارے منصوبہ کا ظاہر و باطن معلوم کر لیا۔ حتیٰ کہ کادیان سے، ملک بھر میں جانے والے اس لٹریچر کے بنڈلوں پارسلوں رجسٹریوں اور بلٹیوں کے تاریخ وار نمبر تک حاصل کر کے مرکز کو باخبر کر دیا۔ جب مجلس کے ترجمان روز نامہ ''مجاہد'' میں مصدقہ تحریرات اور دستاویزی اعتراضات کے ذریعہ انگریز، مرزائی، سر فضل حسین اور لیگیوں ٹوڈیوں کے ناپاک گٹھ جوڑ اور احرار کے خلاف اُن کی اس تباہ کن سازش کے مکروہ چہرہ سے نقاب اُترنے لگی تو ایک معمولی مضمون کا بہانہ بنا کر بہ شرط عدم اداء، اجازت (ڈیکلریشن) منسوخ کرنے کا فرعونی حکم دے کر اخبار سے ہزار ہا روپے کی نقد ضمانت طلب کر لی گئی۔ شرط کڑی تھی، مخلص مگر مفلس جماعت تحمل نہ کر سکی، نتیجتاً اس واحد جماعتی ترجمان کے گلے پر بھی مستقل بندش کی چُھری چلا دی گئی۔ اشاعتی محاذ پر احرار کی بے بسی سے بھرپور فائدہ اُٹھایا گیا۔ اس کی بلند فطرت، بہادرانہ کردار اور روشن کارناموں کے برعکس بزدلی اور فرار کے الزام لگائے گئے۔ اتحاد ملت اور لیگیوں نے خود ہندوؤں اور سکھوں سے مسجد کا سودا کر کے حرام کا وافر مال ڈکار لیا اور احرار پر اغیار کے حق میں استعمال ہونے کا سراسر جھوٹا اور ابلیسی بہتان تراشتے رہے۔ بالآخر سول نافرمانی کرائی گئی۔ تصادم ناگزیر تھا گولی چلی اور سینکڑوں مسلمان شہید و مجروح ہو گئے۔ ایک قومی مشکل کا یقینی حل اور اجتماعی تکلیف کے لیے نسخہ شفا سمجھ کر آزمائی گئی اس سراسر غلط تجویز و تدبیر کے باعث مسجد نہ ملنی تھی نہ ملی۔ بلکہ آج تک پاکستان کی قومی حکومت کی زیر نگرانی انڈیا سے آنے والے سکھ یاتریوں کی مذہبی زیارت گاہ کے نام سے بہ طور گوردوارہ محفوظ ہے۔ اس میں مسلمانوں کا داخلہ ممنوع ہے اور کسی بھی اقدام کو روکنے کیلئے ۱۹۳۵ء سے لے کر آج تک مسلح پولیس کا پہرہ باعث غم و حسرت اور کرب ناک دائمی ناسور بنا ہوا ہے۔ اور مسجد اپنے جھوٹے اور جعل ساز عاشقوں کی مرثیہ خواں اور اُن کے غدارانہ اعمال پر ماتم کناں ہے۔ مسجد کے نام سے تجارت و قیادت چلانے والے اکثر خائن و غدار اور ملت فروش لیڈر اس قومی گناہ کا وبال بھگتنے کیلئے اپنے انجام کو بھی پہنچ گئے۔ کچھ روسیاہ مکافات کی بھیانک گھڑی دیکھنے والے ہیں۔ احرار کی دور اندیشی، صحیح فکر، مثبت و پرامن طرز عمل، یقینی بے گناہی و پاکدامنی پہلے فرنگی دور میں اور اب قومی حکومت کے عہد میں بھی روز روشن کی طرح ثابت و عیاں ہو چکی ہے۔ لیکن افسوس کہ فریب خوردہ قوم تینتیس برس کے طویل مشاہدہ کے باوجود آج بھی اس سنگین حقیقت سے بے پروا اور اُس کے لیے کسی عملی اقدام سے غافل بلکہ اس کے احساس و شعور تک سے محروم ہے۔ اور سیاسی غنڈے ملک و ملت کے ساتھ اپنے اس دردناک اور خونی مذاق کو پوری بے حیائی اور سیاہ باطنی کے ساتھ احرار کے فرضی جرائم کی فہرست میں شامل کر کے ملکی تاریخ میں یہودیانہ تحریف و خیانت کا ناپاک ارتکاب کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۳۔ کافرانہ دستور کے مطابق یہ ریت ہمارے ہاں جزو زندگی بنی ہوئی ہے کہ ہزار مخلص و معاملہ فہم ہونے کے باوجود غریب اور مفلس کے لیے کسی بھی اجتماعی مسئلہ اور قومی و ملکی معاملہ میں دخل دینا تو کجا اظہار خیال کرنا بلکہ ایک مستقل رائے کا مالک ہونا بھی عملاً جرم قرار پا چکا ہے۔ یہی قصہ احرار کا تھا اُسے غربت و خودداری، جداگانہ رائے اور مستقل عزم و عمل کی بڑی مہلک سزا دی گئی۔ اس کا وجود خطرہ میں پڑ گیا لیکن غیبی تائید اور مجاہدانہ ایمان و استقامت کام آ گئے۔ بہر کیف خلوص نیت اور ایثار آمیز جدوجہد کسی نہ کسی طرح رنگ لاتی ہے۔ حکومت اور اس کے ٹوڈیوں کی سرتوڑ کوشش اور خطرناک سازش کے باوجود قریبی انتخاب میں بہ طور کرامت بارہ سیٹیں اسی مجروح و متزلزل احرار نے پھر بھی جیت لیں۔ لیکن جھرلو کی

کرامات بھی ظاہر ہوئیں اور جماعت کے مرکزی رہنماؤں میں سے اس کے سیاسی دماغ یعنی مفکرِ احرار چوہدری افضل حق رحمتہ اللہ علیہ اپنے ہی علاقے تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور میں چند ووٹوں سے ہرا دیے گئے۔ مرحوم کے علاوہ فخر قوم جناب چودہری عبدالرحمٰن خان مرحوم ساکن راہوں ضلع جالندھر کے بعد بقیہ ارکان بنیادی طور پر نہ تو جماعت کے اراکین تھے اور نہ اس کے منشور و دستور کے سوفی صدی حامی۔ بلکہ جماعت کی پالیسی سے جزوی اختلاف کے باوجود اُس کے دینی اُصول، ملکی سیاست میں مسلمانوں کے مستقل اور جداگانہ حقوق کے تحفظ کے ضمانت دینے کے مسلک اور ہمسایہ اقوام سے باعزت اشتراک ومفاہمت کے نقطۂ نظر سے اُصولاً متفق تھے۔ اور ساتھ ہی ساتھ آئندہ ملکی دستور میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی خالص جمہوری وآئینی مگر بڑی اہم اور انقلابی مہم میں اُس کے موید تھے۔ بہت سے افراد ایسے بھی تھے جو مجلس کے عوامی عروج اور سیاسی فروغ سے ہنگامی طور پر متاثر ہو کر اُس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے اور آئندہ چل کر اُن کی انفرادی اغراض جماعتی اور قومی معاملات کے رستے میں دیوار بن گئیں۔ پانی کو اپنا راستہ اور سانپ کو بل نظر آ ہی جاتا ہے حکومت تو غلط قسم کے مسلمانوں کی بھی ہو تو ہزاروں ناجائز افعال کی مرتکب رہتی ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ دور جانے کی ضرورت نہیں تمام موجود مسلم ممالک سمیت خود اپنے پاکستان میں ۱۹ برس سے بننے بگڑنے والی مختلف حکومتوں کی غلط کاریوں قومی مظالم اور مسلسل اسلام دشمنوں کی سیاہ تاریخ پر ہی ایک سرسری نگاہ ڈال لیجیے۔ اس تلخ حقیقت کا ثبوت مل جائے گا۔ اور یہاں تو قصہ ہی انگریز اور اس کے گماشتوں کا تھا سرکار نے عوامی رابطہ کے خصوصی شعبہ کو حرکت دی۔ سلیقہ مند اور بے نام ومہذب سی آئی ڈی حسب دستور مصروف کار ہوئی۔ بے شمار لالچ دیے گئے۔ مختلف قسم کے دباؤ ڈالے گئے۔ نتیجہ عین انسانی کمزوریوں کے مطابق برآمد ہوا اور درخت سیاست کے یہ کمزور اور نیم شکستہ پتے حکومت اور ٹوڈیوں کی حکمت عملی اور شیطانی پروپیگنڈے کی آندھی میں اُڑ گئے۔ ایوان میں جماعت کے مخلص ووفادار صرف چند ساتھی باقی رہ گئے تھے جو ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم چھڑنے پر ہنگامی حالات تک جماعت اور قوم کی صحیح نمائندگی کرتے رہے۔ بعد میں تحریک آزادی کے پھیلاؤ کی قوت وشدت کے سبب سے حالات بالکل بدل گئے۔ حتی کہ پون صدی کی جدوجہدِ آزادی تقسیم ملک موجودہ غیر متوقع اور ناگزیر شکل پر اختتام پذیر ہوگئی۔

۴۔ یوں تو ہر لادین حکومت کا بنیادی طریق کار یہی ہوتا ہے کہ وہ عقائد واخلاق اور اعمال کے سلسلہ میں اپنی اُصولی کمزوریوں اور مہلک کارروائیوں سے بالکل بے تعلق اور بے خبر رکھنے کے لیے حیلہ وبہانہ سے عوام کو ان کے اندرونی مگر غیر اہم معاملات میں لازماً الجھائے رکھتی ہے۔ ان کے معاشرتی اقتصادی اور سیاسی حقوق کی جدوجہد کو ناکام بنانا، اُن کے مختلف افکار اور مذہب ومسلک میں اپنے ٹاؤٹوں کے ذریعہ سراسر بے مقصد اور بلاوجہ وضرورت دخل انداز ہونا۔ انہیں فقہی مناظرہ بازی میں مبتلا کرنا، اور بالآخر فساد وخون ریزی تک کے مادی اسباب مہیا کر کے اُن کے جذبہ تحریک واستقلال کو پامال کرنا سرکار دربار کا دل پسند مشغلہ ہوتا ہے۔ لیکن اقوام یورپ اور کافرِ فرنگ کو اس سلسلہ میں جو ماہرانہ دسترس اور فن کارانہ کمال حاصل ہے اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ DIVIDE AND RULE ''پھوٹ ڈالو اور حکومت چلاؤ'' انگریزوں کا شیطانی ضابطۂ حکومت ہے جس کی خون آشام کرشمہ سازیوں کی تفصیل دنیا کے ہر براعظم میں بالعموم اور برصغیر ہندو پاک کے دفترِ تاریخ میں خصوصاً ہر ورق پر بکھری پڑی ہے۔ چنانچہ اسی پالیسی کے مطابق شہید گنج کا ہولناک تماشا دکھانے کے بعد انگریز پھر چین سے نہیں بیٹھا۔ قریباً پونے چار سال کے معمولی وقفہ سے اس نے لاہور کے

بعد سکھر (سندھ) میں بھی ایک نئی شہید گنج پیدا کر دی۔ سیاسی موسم وہی اوائل ۱۹۳۷ء کے ملک گیر انتخاب کے بعد کامل آزادی کی طرف بڑھتی ہوئی جدوجہد کا موسم تھا۔ اکثر صوبوں میں کانگریس برسرِ اقتدار آ چکی تھی۔ اور جگہوں میں تو اس کے مسلمان سرکاری ممبر جزوی طور پر حکومت کی مشینری میں پہلی بار داخل ہوئے تھے۔ البتہ سندھ میں مخصوص علاقائی حالات اور ذاتی وسیاسی رسوخ کی بنا پر مشہور مخلص وایثار پیشہ قوم پرور رہنما، خان بہادر اللہ بخش سومرو شہید مرحوم صوبائی کانگریسی وزارت کے توسط سے واحد مسلمان وزیر اعظم کے طور پر برسراقتدار تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پنجاب میں احرار کے اقتدار کا خطرہ درپیش تھا تو اس کے سدِّ باب کے لیے شہید گنج کا شاخسانہ کھڑا کر کے بہترین قومی سرمایہ تباہ وبرباد کرادیا گیا۔ اور سندھ میں انگریز اور ٹوڈیوں کی بدقسمتی سے ایک آزادی خواہ قوم پرور شخص اپنے مختصر گروہ اور مخصوص اثرات کی بنا پر بااقتدار تھا۔ اور نام نہاد مسلمان انگریز پرست جعلی رہنماؤں کے لیے حصول آزادی کے وقت برابر کا شریک وحریف......اور ان کے آئندہ سیاسی منصوبے کے لیے خطرے کا نشان بن رہا تھا جس سے بہر طور گلوخلاصی انگریز اور ٹوڈیوں کا مقصدِ وحید قرار پا چکی تھی۔ اس دسیسہ کاری کیلئے کیا کیا پاپڑ بیلے گئے، دھن دھونس دھاندلی کا کیا مکروہ مظاہرہ ہوا، دوقومی تصادم وخوں ریزی کی راہ کیسے ہموار کی گئی اور پنجاب کی طرح سندھ میں بھی احرار کو مطعون وداغ دار اور مجروح وپامال کرنے کی ناپاک تجویز وکوشش کیسے بروئے کار لائی گئی؟ اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ تحریک سے کچھ مدت بعد بے چارہ وبے گناہ اللہ بخش سومرو کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احرار کے سامنے لاہور کا تلخ تجربہ ابھی زندہ وتازہ تھا اس کے اکابر اور رفقا نے بفضلہٖ تعالیٰ فرنگی اور اس کے گماشتوں کا وار یہاں ناکام بنا دیا۔ اور مسجد منزل گاہ سکھر کے لیے مسجد شہید گنج جیسی تحریک کی ناکامی کا یقین رکھنے کے باوجود محض مسلم عوام کو اس سیاسی فریب کے نتائج بد اور منحوس اثرات سے محفوظ رکھنے کیلئے میدان میں آ گئے۔ ہمسایہ قوم سے امکانی حد تک تعلقات خوش گوار رکھنے کے پرخلوص جذبہ کے باوجود بادلِ نخواستہ اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور زبان وقلم سے لے کر جیل کی کوٹھڑیوں تک قومی مطالبہ وتقاضے کا حق ادا کر دیا۔ تاریخ تحریک مسجد منزل گاہ کے پیش لفظ میں مسجد شہید گنج کی داستان سرائی بہ ظاہر بے جوڑ معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتاً اس قصہ کیلئے چونکہ داستان شہید گنج ایک واقعاتی بنیاد، اُصولی مثال اور آئینہ حقیقت نما کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے ایک نمونہ دکھا کر دوسرے کے لیے رہنمائی کا سامان کر دیا گیا ہے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا!

۵۔ ربع (۱/۴) صدی بعد جبکہ قسمت سے یہ وقت آیا ہے کہ ماضی کے حقائق کو تعمیر مستقبل کے لیے مشعل راہ بنانے کے لیے تحریک آزادی کے ابواب کے ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کو محفوظ کر لیا جائے۔ کیونکہ تقسیم ملک کے بعد مقتدر مخالفین نے دورِ فرنگی سے بھی بڑھ چڑھ کر مسلسل علمی، تحریری اور اشاعتی خیانت کا وطیرہ قومی مزاج کے طور پر اپنا رکھا ہے۔ پونے دوسو سال کے عرصہ میں جان لڑانے والے علماء حق اور مجاہدین حریت کے سوانح حیات کو ملکی تاریخ سے یکسر محو کرنے کی ناپاک سعی عروج پر ہے۔ تاریخِ آزادی میں مکمل تحریف کر کے خوشامدیوں، رجعت پسندوں، معاونین فرنگ، منافقین، غداران اسلام اور اعدائے وطن کو ہر اعزاز کا مستحق گردانا جا رہا ہے۔ اور قومی جہاد کا پورا مال غنیمت اور شیریں ثمرانہی کے دامن کارکردگی میں سجانے کی کمینگی کا پوری بے حیائی اور دیدہ دلیری سے ارتکاب کیا جا رہا ہے تو اس اندوہ ناک اور تشویش انگیز صورت حال کے تحت فرض ہو گیا ہے کہ ایسی ہر سیاسی غنڈا گردی اور علمی قزاقی کا حساب ٹھیک ٹھیک چکایا جائے۔ ظالم ومظلوم دونوں کی سیرت کے اوراق پوری احتیاط وثقاہت، دیانت واعتدال اور جامعیت ووضاحت کے ساتھ نمایاں کر کے

برسوں کی بھولی بھٹکی اور فریب خوردہ قوم کو بالعموم اور بے خبر نئی نسل کو خصوصاً ایک مرتبہ پھر صدق وافترا اور اخلاص ودغا بازی کا فرق سمجھا دیا جائے۔اور تحریف وخیانت کی یلغار میں بھی حق وباطل کے امتیاز کی میزان ہاتھ میں دے دی جائے۔سو الحمدللہ کہ زیرِنظر کتابچہ جو سندھ کی شہید گنج یعنی مسجد منزل گاہ سکھر کی تاریخ اور اس کیلئے چلائی گئی تحریک کے متعلق اُس وقت کی مجلس احرار اسلام سکھر (سندھ) کے صدر ناظم اعلیٰ کے برسرگزشتہ اور چشم دیدہ حالات وکوائف پر مشتمل ہے۔محض روایات وحکایات کا کوئی افسانوی مجموعہ نہیں بلکہ ایک مختصر مگر جامع ومثبت مبنی برحقائق بصیرت افروز وپرازانکشافات تاریخی وثیقہ اور دستاویزی معلومات کے ذخیرہ کے طور پر حاضر خدمت کیا جارہا ہے۔راقم کو تحریری مواد بہم پہنچانے والے راوی اس تحریک میں جماعتی روح ورواں اور ذمہ دارنہ حیثیت کے مالک شخص بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں۔اس روایت سمیت اور بہت سی سیاسی داستانوں کے امین ہیں اور اس نایاب مضمون کی تیاری میں بھرپور مدد دینے پر ہمارے دلی تشکر اور دعاءِ خیر کے مستحق ہیں۔گویا اُن کا وجود ہر مخالف ومنکر اور خائن ومحرف کیلئے ایک جاگتا جاگتا جواب اور مستقل تحدی وچیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔سوال وجواب، ترمیم واضافہ اور تنقید وتردید کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے اگر کوئی بھی غلط بات اُٹھائی گئی تو انشاءاللہ بازاری واخباری مضامین کے علی الرغم پوری دیانت، قوت ستدلال واقعاتی شہادت وتطبیق اور قانونی کارروائیوں کے دفتر و دستاویز ثبوت کی مکمل تائید کے ساتھ برمحل اور دندان شکن جواب دیا جائے گا۔احباب ورفقا دل لگا کے مطالعہ واستفادہ کریں۔تربیتی نصاب کے طور پر عام کارکنوں کو پڑھائیں سمجھائیں، تمام نو واردومعانین اور جماعت سے کسی بھی درجہ میں دلچسپی رکھنے والوں کو بڑی احتیاط اور تحمل کے ساتھ اصل حقائق ذہن نشین کرائیں۔اختلاف رکھنے والے اصحاب سے مخلصانہ التماس ہے کہ وہ بھی ذرا غیر جانب داری، یک سُوئی اور اطمینان کے ساتھ بغور مطالعہ کریں۔نفع سے تو مٹی بھی خالی نہیں انشاءاللہ تعالیٰ وہ تحقیق ووجدانِ حق کی دولت سے دیرسویر ضرور مالا مال ہوں گے۔اور کوئی مغالطہ پیش آنے پر ہر قسم کی تاریخ رہنمائی یا تعاقب کیلئے ہمیں مستعد پائیں گے۔

ہادی مطلق سے التجا ہے کہ وہ ہم سب کو ضد، تعصب، عناد، حمیت جاہلیہ، دل ودماغ کی کجی، عدم توازن، تحریف وخیانت وحق تلفی جیسے تمام مہلک امراض سے شفاء ونجات بخشیں۔نیک وبد میں امتیاز اور راہ حق وصواب اختیار کرنے کی توفیق ارزانی رکھیں اور استقامت وحسن خاتمہ کی نعمت سے سرفراز فرمائیں۔آمین ثم آمین!

میں نہیں چاہتا کہ اس المیہ کی تفصیل اور آپ کے درمیان مزید حائل رہوں۔ایک تحریک کا نقشہ دکھا کر میں نے دوسری تحریک کے ساتھ واقعات ونتائج میں دونوں کی باہمی مشابہت اور مماثلت کی خاکہ کشی کا فرض ادا کیا ہے اور تاریخ آزادی کا ایک اہم اور خطرناک باب سمجھنے کیلئے فہم صحیح اور عادلانہ فیصلہ کی راہ کافی حد تک ہموار کردی ہے۔اس لیے بجائے اس کے کہ میں مقدمہ میں ہی اس تحریک پر مزید گفتگو کر کے اُس کے مطالعہ کے مفاد ومقصد کو بے وزن بناؤں۔قارئین اور اس داستان کے درمیان سے ہٹ رہا ہوں لیجیے یہ کتاب اور آپ ہیں (ہمیں میداں، ہمیں چوگاں، ہمیں گو۔)

قائد احرار حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری (رحمۃ اللہ علیہ)

(تحریر: ۱۹۶۷ء)

(جاری ہے)

میرا افسانہ

قسط:۱۶

مفکر احرار، چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

پھانسی:

جیلوں میں یوں بھی اونچے بولنے اور راگ الاپنے کی ممانعت ہے۔ لیکن جس روز جیل میں پھانسی دی جانے والی ہو تو وہاں موت کی سی خاموشی طاری ہوتی ہے۔ موت کا خوف اور دنیا سے جانے کا غم سب کو افسردہ کر دیتا ہے۔

ایک دن خبر ملی کہ کل ملزم کو پھانسی دی جانے والی ہے۔ ہمیں جیل بھر میں گھومنے کی کھلی چھٹی تھی۔ شام کے وقت مجرم کو جا کر دیکھا، تو وہ خلاف توقع مطمئن تھا، عزیزوں سے ملاقات ہو چکی تھی۔ اب خدا سے ملنے کا انتظار تھا۔ اس کا وزن ہو چکا تھا۔ جلاد پھانسی کے رسہ کو درست کرنے میں مصروف تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ جلادی اس کا خاندانی پیشہ ہے۔ کچھ دیر میں، داروغہ اور جلاد پھانسی پانے والوں کا ذکر کرتے رہے۔ ہم تینوں کا اتفاق تھا کہ ۹۰ فیصد مجرم پھانسی کا سن کر حوصلہ ہار دیتے ہیں۔ بعض چیخ و پکار کرتے ہیں۔ زیادہ غم کے گہرے سمندر میں غرق ہو جاتے ہیں۔ دس فیصدی ایسے ہوتے ہیں جو موت کے حکم سے بھی حوصلہ نہیں ہارتے۔ ان میں سے کچھ تو شقی القلب ہوتے ہیں۔ جن کے نامہ اعمال میں متعدد قتل لکھے ہوتے ہیں، یا ایسے بے گناہ جو پولیس کی بددیانتی یا کم فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ اوّل الذکر اپنے آپ کو سزا کا مستحق سمجھتے ہیں اور آخر الذکر راضی برضا مطمئن قلب کے ساتھ تختہ دار پر چڑھتے ہیں۔

قاعدہ یہ ہے کہ سپاہی صبح سویرے مجرم کو ہوشیار کرتا ہے کہ تیرا وقت آ گیا ہے۔ اٹھ نہا دھو اور موت سے پہلے، پیدا کرنے والے کو یاد کر۔ کئی تو رات بھر سوتے نہیں، روتے ہیں۔ بعض کی پچھلی رات آنکھ لگ جاتی ہے۔ مجرم بادل نخواستہ اٹھتا ہے۔ نماز عبادت سے فارغ ہوتا ہے تو ہاتھ پشت کے پیچھے باندھ دیے جاتے ہیں۔ افسر پھانسی کا وارنٹ لیے موجود ہوتے ہیں۔ جیل کے سپاہی اردگرد ہو جاتے ہیں۔ اکثر (پھانسی پانے والے) روتے ہیں۔ کچھ دنیا سے بچھڑنے کے راگ گاتے ہیں، جانتے ہیں کہ رہائی ممکن نہیں تو بھی بہت سے سپاہیوں کے حلقہ سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ موت بہت بھیانک صورت میں سامنے آتی ہے۔

زندہ اور تن درست کو مقتل لے جانا کتنا دردناک منظر ہے۔ صبح اٹھے تو یہ منظر پیش نظر تھا۔ مجرم ہندو تھا۔ وہ اونچے اونچے رام رام پکارتا تھا۔ عام طور پر مجرم مقتل کی طرف سہارا لے کر چلتے ہیں۔ لیکن یہ شخص بغیر سہارے کے سپاہیوں کے ساتھ ہولیا۔ وہ پکارتا جاتا تھا ''صاحبو! بے شک پھانسی دے دو، لیکن ہوں میں بے گناہ''۔ پھر رام رام پکارتا جاتا تھا پھر رک کر اپنے بے گناہ ہونے کا اعلان کرتا تھا۔

ڈاکٹر اور مجسٹریٹ موت کے سرٹیفکیٹ پر دستخط کر کے چلے گئے۔ موت کے منظر سے سب کے چہرے افسردہ تھے۔ جیل بھر میں سناٹا تھا۔ گورکھ پور جیل میں اسی دن علامہ حسین میر کا خط آیا، جس میں سرکاری گزٹ کی کاپی تھی، اس میں

ایک مسلمان قوم پرست سیاسی لیڈر کا حکومت پنجاب کی طرف سے معافی کا اعلان تھا۔ علامہ موصوف کی لیڈر مذکور سے ان بن تھی۔ مخالف کی رسوائی میں علامہ کو مزا آتا تھا۔ خط کی زحمت انھوں نے اس لیے گوارا کی تاکہ مجھے سمجھایا جائے، جب ایسے لیڈر بھی معافی مانگ کر شرمندہ نہ ہوں، تو اس کا ضمانت دے آنا قابلِ اعتراض کیوں؟۔ خط پڑھ کر علامہ کی ایک اور دل لگی یاد آ گئی اور ہنسی مجھ سے ضبط نہ ہوسکی۔ پھانسی کے منظر کے بعد بے ضابطہ ہنسی کسی کو بھلی نہ لگی، میں نے جب علامہ کا واقعہ دہرایا تو ماتم قہقہوں میں تبدیل ہوگیا۔ چلو کسی بے کس کی پھانسی کا غم اتنا ہی بہت ہے۔ دنیا تو ماتم کدہ ہے، کوئی اپنوں کو رونے بیٹھے تو دنیا میں کوئی کام سرانجام دینا ناممکن ہوجائے۔

جب غم گھیرے تو علامہ جیسے بے غم کا ذکر غم غلط کرنے کو کافی ہے۔ علامہ کی بیوی فوت ہوگئی تو گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ پنجابی رسم کے مطابق کفن پر کلمہ شریف لکھا جا رہا تھا۔ علامہ موصوف چشم گریاں کے باوجود لکھنے والے سے بولے بھئی پارسل پر کس جگہ کا پتہ لکھ رہے ہو، صفِ ماتم دیوار قہقہہ بن گئی۔ بیوی کے کفن پر پارسل کی پھبتی ہماری ہنسی کا باعث نہ تھی۔ اس کی وجہ ایک مذہبی لیڈر سے علامہ صاحب کی منتھمانہ دل لگی تھی۔

امرتسر کے ایک مشہور مذہبی لیڈر کو علامہ صاحب کا مذہبی انہماک پسند آ گیا۔ یوپی میں ایک مذہبی مناظرہ میں اس کو بھی ہمراہ لے چلے، اپنا سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے کر علامہ صاحب کو سرونٹ میں بٹھا دیا، علامہ حسین میر نے سوچا کہ اسلام اخوت ومساوات کا نام ہے۔ یہ مذہب کا عجب علم بردار ہے، مجھے نچلے درجے میں بٹھا کر آپ اوپر کے درجے میں سفر کر رہا ہے۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غلام کو رفیق سفر کیا تھا تو باری باری اونٹ پر سواری کرتے منزل مقصود تک پہنچے تھے۔ پھر کیا تھا، علامہ کی اشتراکیت کی رگ جوش میں آئی اور مولانا کے سرمایہ دارانہ ذہن کو درست کرنے کا تہیہ کرلیا۔

جب گاڑی قطع منازل کرتی ہوئی منزل مقصود کے قریب پہنچی تو علامہ صاحب نے اونچے کلاہ پر سبز عمامہ باندھا اور عربی جبہ پہن کر لمبی داڑھی پر دونوں ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے درجہ سے اترے۔ ایک سٹیشن پہلے مولانا کے کمرے میں جا کر ان کا بستر باندھا، گاڑی اسٹیشن پر کھڑی ہوئی تو علامہ صاحب اصل مولانا کا عصا لیے ڈٹ کر دروازے پر آ جمے، استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ لوگوں نے اصل مولانا کو نہ دیکھا تھا۔ سیکنڈ کلاس میں حسین میر جیسے الفربہ اور خوامخواہ معتبر کو مفتیانہ لباس میں دیکھا تو انھوں نے نقل کو اصل سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور زندہ باد کہتے، پھول برساتے علامہ حسین میر کو بڑی عزت وتکریم سے لے چلے۔ اسٹیشن کے باہر سبز پتوں سے آراستہ بگھی موجود تھی۔ حسین میر صاحب شان سے بیٹھ گئے۔ لوگ نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے آرام گاہ پر لے آئے۔ اصل مولانا نے اس سارے ڈرامہ کو دیکھا، خون کے گھونٹ پی کر خاموش رہے، کیا فضیحتا کرتے کہ صاحبو اصل مولانا میں ہو، یہ نہیں۔ بہرحال یہ بھی افتاں وخیزاں حسین میر کو بددعائیں دیتے ہوئے آرام گاہ پر پہنچے۔ حسین میر گاؤ تکیے کے سہارے فرش پر پاؤں پسارے پان چبا رہے تھے۔ چاندنی کی طرح چمکتا اگالدان سامنے رکھا تھا۔

ان کے آنے پر علامہ حسین میر آنکھ بچا کر کھسک گئے اور سیدھے اسٹیشن پر آ کر امرتسر کی گاڑی پکڑی۔ اصل مولانا کی واپسی سے پہلے امرتسر میں بچے بچے کی زبان پر علامہ کے ہاتھوں مولانا کی درگت کا چرچا تھا۔

گاندھی ارون میثاق:

ارون صلح جو اور ہوشیار سیاست دان تھا۔ وہ تحریک آزادی کو قوت سے دبانے کی بجائے جوش کو صلح سے ٹھنڈا کرنے کے حق میں تھا۔ گاندھی ارون کی ملاقات کئی روز جاری رہی، دونوں نے کیا کیا پینترے بدلے ہوں گے۔ تاہم نتیجہ کے طور پر دونوں نے صلح کے ہاتھ بڑھائے۔ مجھے تو اعلان مفاہمت کے ایک دن بعد بحیثیت رکن مجلس عاملہ رہا کر دیا گیا۔ عظیم الشان جلسہ ہوا۔ ورکنگ کمیٹی کا از سر نو انتخاب ہونا تھا۔ ایک معروف مسلمان کارکن ورکنگ کمیٹی کا ممبر بنائے جانے کے لیے تگ ودو کر رہا تھا۔ اس کی سیرت میں ایسی کمزوریاں تھیں کہ بعض محرمان راز کے نزدیک اس کی یہ خواہش نامناسب تھی۔ میں خود ان کے بارے میں بہت زیادہ حسن ظن نہ رکھتا تھا۔ لیکن گاندھی جی پر زور دیا گیا کہ پنجاب مسلمانوں کا صوبہ ہے۔ یہاں سے کسی غیر مسلم کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر نہ بنانا چاہیے، اور موزوں ترین شخصیت وہی معروف مسلمان کارکن ہے۔ یہ سب کچھ پس پردہ ہو رہا تھا۔ جب گاندھی جی نے اس معروف کارکن کو ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کیا تو پنڈال میں کہرام مچ گیا۔ پنجاب کے ہندو مسلمانوں نے مل کر گاندھی جی کے پاس پروٹسٹ کیا، لیکن گاندھی جی اپنے مشیروں کے باعث اس نامزدگی کے خلاف کچھ نہ کر سکے اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ اس شخص کے متعلق اندیشے غلط نہ تھے۔ جس کے لیے تمام کانگرس کو پچھتانا پڑا۔

مخلوط انتخاب کا تصور جو نہرو رپورٹ کی اساس و بنیاد تھی۔ مسلمانوں میں بھی زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ تاہم ڈاکٹر انصاری نے ۱۹۳۱ء میں اپنی فرید پور والی تقریر میں پنجاب کے سکھوں کی خوشنودی کے لیے اقلیت کے لیے وہی مراعات تسلیم کرنے کا اقرار کیا جو دوسرے صوبوں میں نہرو رپورٹ کے ذریعہ دی گئی تھی۔ یعنی بر بنائے آبادی نشستوں کے تعین کے علاوہ پنجاب میں ہر جگہ دوسری نشست پر بھی قسمت آزمائی کرنے کے مجاز ٹھہرائے گئے تھے۔ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں اتنی اقلیت میں ہیں کہ اس قسم کی رعایت انہیں اکثریت نہیں دلا سکتی۔ لیکن پنجاب میں دو تین نشستوں کی کمی بیشی اکثریت کو فنا کر سکتی ہے۔ میں نے ڈاکٹر انصاری کی توجہ اس طرف دلائی۔ انھیں بتایا گیا کہ میں سر فضل حسین کے ایما پر اکسا رہا ہوں، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ میرے اور سر فضل حسین کے درمیان سیاسی اختلاف تاعمر قائم رہے۔

ڈاکٹر انصاری کی نئی تجویز کے باوجود سکھ راضی نہ ہوئے، کیونکہ وہ مخلوط انتخاب سے بے حد خائف تھے اور اسے اپنی علیحدہ ہستی کے منافی سمجھتے تھے، یہی حال پنجاب کے ہندوؤں کا تھا۔

جب مخلوط انتخاب کے متعلق تینوں قوموں کی پوزیشن یہ ہو تو صرف پنجاب کا مسلمان ہی واویلا کیوں کرتا رہا۔ اس لیے ہم نے مناسب خیال کیا کہ نہرو رپورٹ سے پہلے جو صورت حال تھی، اسی میں تناسب و ترقی کی خواہش کا اظہار کیا جائے۔ علیحدہ انتخاب کی بنا کو حسب سابق قائم رکھا جائے اور پنجاب و بنگال کی اسلامی اکثریت کے راستے کو صاف کیا جائے۔

چنانچہ مجلس احرار کے پہلے سالانہ اجلاس کے موقع پر علیحدہ انتخاب پاس کر کے اعلان کر دیا گیا کہ اگر اب ہندو سکھ نہرو رپورٹ کی اساس و بنیاد کو قبولیت کر لیں تو ہم پھر اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے پر آمادہ ہیں۔

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں، نہرو رپورٹ کی بنا پر مخلوط انتخاب پنجاب کی سیاسیات کا حل ہندو اور سکھ کے لیے کئی برس تک قابل قبول نہ ہوا، حکومت موجود ایوارڈ دینے پر مجبور ہو گئی۔ اس کمیونل ایوارڈ کے اعلان کے بعد بھی سر فضل حسین نے جگندر سنگھ کے ساتھ مل کر مخلوط انتخاب کی بنا پر ایک نیا فارمولہ تیار کیا، لیکن اس کی بھی ہندو اور سکھوں کی طرف سے شدید مخالفت ہوئی اور فضل حسین، جگندر سنگھ فارمولہ پیدا ہوتے ہی مر گیا۔

کانگرس ہائی کمانڈ سے مجلس احرار کا ابتدا میں یہی اختلاف تھا کہ کانگرس ہم سے باوجود نہرو رپورٹ کے دریا برد کرنے کے مخلوط انتخاب کی حمایت کی توقع رکھتی ہے، اور ہمیں یہ شکایت تھی کہ اس نے جو نہرو رپورٹ کے خلاف کام کرنے تھے وہ کیے، بلکہ بڑے بڑے لیڈروں نے بھی مخالف کی حوصلہ افزائی کی اور یہی لوگ کانگرس کے دست و بازو تھے۔ علاوہ بریں ڈاکٹر انصاری مرحوم کی پیش کردہ پنجاب کے مسلمانوں کے لیے خودکشی نما فرید پور والی تجویز کے بعد بھی آواز بلند نہ کرنا سرمایہ سے محروم مسلمانوں سے غداری تھی۔ انھی دنوں جواہر لعل کی سوانح حیات ''میری کہانی'' شائع ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ انھیں یہ بتایا گیا ہے کہ احرار اس لیے کانگرس سے ناراض ہیں کہ ان کا آدمی کانگرس کی ورکنگ کمیٹی میں نہیں لیا گیا۔ حالانکہ یہ بہتان عظیم ہے۔ کراچی کانگرس کے بعد ہم کانگرس کے عہدہ دار تھے۔ ہماری کانگرس سے علیحدگی نہیں، بلکہ اختلاف ڈاکٹر انصاری مرحوم کی وہ سکیم تھی جس میں سکھوں کو اپنی تعداد کے لحاظ سے اسمبلی میں نشستیں معین کرانے کے علاوہ جس سیٹ پر چاہیں مقابلہ کے لیے کھڑے ہونے کا حق دیا گیا تھا۔

حق یہ ہے کہ احرار کے موجودہ لیڈروں نے کانگرس ورکنگ کمیٹی میں شامل ہونے کا تصور بھی نہیں کیا۔ اس لیے کہ ان میں قابلیت اور قربانی کا جوہر کم تھا۔ بلکہ اس لیے کہ کانگرس کمیٹی میں خالص اور مخلص غریب پارٹی کا نباہ مشکل ہے۔ کانگرس ورکنگ کمیٹی میں شمولیت ہاتھی والوں کی دوستی ہے۔ اس وقت تک کانگرس خالص سرمایہ داروں اور سرمایہ دار سوشلسٹوں کی جولانگاہ ہے، لیکن باوجود اس کے احرار کو کانگرس سے ہمدردی ہے۔ اس لیے کہ ملک کی آزادی کی آواز وہاں بلند ہوتی ہے، ورنہ احرار اور کانگرس میں بہت ذہنی اختلاف ہے۔

اروِن گاندھی سمجھوتہ نے غلام ہندستان کی حیثیت کو اونچا کر دیا، ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے غلام رکھنے کے متمنی انگریز آئی سی ایس افسر بھڑک اٹھے اور اسی دن ہندوستان کے سیاسین کو نیچا دکھانے کی فکر میں لگ گئے۔ سمجھوتہ کی علانیہ خلاف ورزی ہوتی رہی، لارڈ اروِن کے چلے جانے پر لارڈ ولنگڈن کو حکومت تو کھل کھیلی۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ دست اندازی کا بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ لیکن کانگرس کے لیڈروں کی ذہنیت خالص ہندوستانی تھی۔ وہ ایک مدت تو فتح کے نشہ میں سرشار رہے، جب اندھوں کو ہندوستان کی فضا میں تشدد کی برچھیاں تیرتی نظر آئیں تب بھی کسی نے آنکھیں نہ کھولیں۔

تحریک آزادی کشمیر

۱۹۳۱ء کے موسم گرما میں کشمیر کی غلام در غلام قوم کے نالہ و فریاد نے پنجاب کی بظاہر پرسکون فضا میں تلاطم سا برپا کر دیا، کشمیر جنت نظیر کی عام آبادی سیاسی اور اقتصادی طور پر پامال ہو کر دوزخ نشان ہو چکی تھی۔ کردگار نے دنیا بھر میں اس سے بہتر کوئی خطہ پیدا نہیں کیا۔ ہر طرف باغ و بہار، جھیل اور جوئبار، ٹھنڈے سائے اور اشجار ثمر وار نظر آتے ہیں، جیسے

باغبان فطرت نے اپنے کمال کے اظہار کے لیے اس سرزمین کو منتخب کرلیا ہے۔ ہر پہاڑ، بساط گل، ہر آبشار نور کی ندی اور ہر گوشہ کنج نشاط ہے۔ جی چاہتا ہے کہ یہیں حسن وعشق کی دنیا بسا کے بیٹھ جائیں۔ کشمیر حسن ونغمہ اور شعر وجوانی کی وادی ہے۔ ذرہ ذرہ فطرت مسکراتی ہے۔ افق کشمیر کے رنگا رنگ جلوے، دوشیزگان بہار کی مسکراہٹیں معلوم ہوتے ہیں۔ اور قوس وقزح کی ہفت رنگی جھالر پر گمان ہوتا ہے کہ آسمانی شاعر کی محبوبہ آنچل سنبھالے جارہی ہے۔

مغنی اپنے پر اثر نغموں کو اس نکہت آگیں، نزہت آفرین اور حسین وادی میں اس طرح گائے کہ جانور پر جادو کر دے، حسن ونغمہ ترکیب جمیل کا نام ہی جادو ہے۔ مگر وہ محض رنگ وبو میں لپٹی ہوئی وادی کو نہ دیکھے بلکہ اس کے مظلوم مکینوں کی دکھ بھری داستان کو بھی سنے۔ شاعر شراب وشعر کی دنیا پر اچٹتی نظر ڈال کر خوش نہ ہو بلکہ خداداد قابلیتوں سے وادی کشمیر کے خوش مناظر میں فاقہ کش انسانوں کی وا ماندہ صورتوں کو دیکھ کر ایک ایسا درد بھرا شعر کہے جو سینوں میں آگ لگا دے۔ مغنی اس خلد نما دنیا میں اولاد آدم کو دیکھے جو جانوروں کی طرح ڈرے اور گھبرائے ہوئے گزرتے ہیں۔ پھر ان کی بے کسی کو اداس سی لہروں میں اس سوز سے بیان کرے کہ ہر سننے والے کا کلیجہ منہ کو آجائے۔

اس دور انقلاب میں کشمیر کے پامال لوگوں کے دل میں بھی آزادی کی اونچی سانس لینے کا جذبہ پرورش پانے لگا۔ عجز وانکسار کے سارے تقاضوں کو پورا کرنے کے باوجود حسن سلوک کی التجاؤں کا جواب گولی کی باڑ سے دیا گیا۔ ہر چند ہم خود غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے لیکن دنیا کی مظلوم ترین آبادی پر ظلم کی انتہا دیکھ کر جگر خون ہوگیا۔ ہندوستان کا ہر باشندہ سیاسی ذلت اور اقتصادی لوٹ کھسوٹ کے لحاظ سے مستحق رحم ہے۔ لیکن کشمیر کے لوگوں کی حالت ہم غلاموں کے لیے بھی رحم کی مستحق تھی۔ احرار ابھی جیلوں سے رہا ہو کر آئے تھے۔ کسی اور جھگڑے میں مبتلا ہونا طبیعت پر بوجھ تھا لیکن کشمیر کے دردمندوں کی صداؤں نے اہل دل لوگوں پر نیند حرام کردی، بغیر قربانی کے ملکوں کو فتح کرنے والا مسلمان امراء کا گروہ بھی شملہ میں جمع ہوا۔ ریزولیوشن پاس کر کے حکام ریاست کو بھیجا کہ ہم تحقیقات کے لیے آرہے ہیں۔ جواب ملا کہ حدود ریاست میں قدم رکھا تو دھر لیے جاؤ گے۔ بس اچھل کود کر رہ گئے۔ اب ان امراء کے اسلام نے کفر کی پناہ ڈھونڈی۔ قادیان کے متنبّی کے بیٹے کو اپنا سردار بنالیا۔ تاکہ حکومت انگریزی مرزائیت کے خود کاشتہ پودے کا سایہ ان پر دراز دیکھے تو حمایت پر آمادہ ہوجائے گی۔ یا کم از کم ان کی سرگرمیوں کے متعلق شبہ کی گنجائش نہ رہے گی۔

بیٹے نے جھوٹی پیش گوئیوں کا جو ورثہ باپ سے پایا تھا۔ اسے پمفلٹوں کی صورت میں کشمیر کے اندر تقسیم کرنا شروع کیا۔ مسلمانوں سے روپیہ جمع کر کے اس خطہ میں اپنے عقائد پھیلانے کا بہترین موقع سمجھا۔ عام مسلمانوں کے چندے سے قادیانی مبلغ سارے کشمیر میں پھیلا دیے۔ کشمیر میں اور ہندوستان کے باہر پروپیگنڈا کیا گیا کہ تمام ہندوستان کے علماء نے قادیان کے رنگیلے خلیفہ کو اپنا امام اور پیشوا بنا کر قادیان کا جھوٹا مذہب اختیار کرلیا۔ انگریز کی خوشنودی مسلمان امراء اور قادیانی مرزا کا مشترکہ مذہب ہے۔ وہ خداوندان لندن کے ازلی نیازمند کو صدارت سے الگ کر کے انگریز کی خوشنودی کی جنت سے محروم نہ ہونا چاہتے تھے۔ مرزا بشیر الدین محمود کی کشمیر کمیٹی ۴ ماہ ریزولیوشن پاس کرتی رہی۔ مرزا کی اپیلیں حکام ریاست پر اثر نہ ڈال سکیں۔ ان کا جبر بڑھتا گیا۔

غلامی غیر فطری چیز ہے۔ اس پر قناعت قومیں تب کرتی ہیں، جب تشدد سے آزادی کی روح کچل دی جائے، ہر جبر پر صدیوں کے صبر کے بعد جب کشمیری غریبوں نے ملحقہ انگریزی علاقوں کی دیکھا دیکھی صرف اظہارِ خیال کا موقع چاہا تو سر کچل کر رکھ دیا گیا، بیرونی دنیا پر کشمیر کے راستے بند کر کے حکام ریاست نے چاہا کہ انھیں ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ پھر برسوں تک کوئی چون چرا نہ کر سکے۔

ہماری آئندہ نسلیں شاید ان دنوں کے کشمیریوں کی حالت زار کا تصور نہ کر سکیں گی، جس نے آج بھی کشمیری آبادی کو نہیں دیکھا۔ وہ تصور نہیں کر سکتا کہ دنیا کی بہترین قوم کو کس طرح بدتر از حیوان بنا دیا گیا۔ پختہ فن ادیب اور شاعر بھی ان کی بے زبانی اور زبوں حالی کا کما حقہ نقشہ نہیں کھینچ سکتا۔ تمام دوستوں کا خیال تھا کہ ہر چند ہم ابھی جیلوں سے آئے ہیں، لیکن اگر اس دورِ انقلاب میں اپنے قریب کی آبادی کو یوں حالات کشمیر کی دریافت کے لیے ایک وفد جائے، جب کشمیر کمیٹی جو خان بہادروں اور سرکار انگریز کے منظورِ نظر لوگوں پر مشتمل تھی، کے مطالبے کو نظر انداز کر دیا گیا تو ہمارے وفد کو جو جواب ملنا تھا وہ ظاہر تھا۔ لیکن ہم نے درخواست کے ساتھ والنٹیر وں کا مظاہرہ بھی مناسب خیال کیا تاکہ سرکاری بہادروں اور غریب مجاہدوں میں امتیاز رہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں احرار کو بھی کشمیر کمیٹی کے دودھ پینے والے مجنوں سمجھ لیا گیا اور ریاست میں داخلہ کی اجازت کے لیے حکام آمادہ نہ ہوئے۔

روانگی:

احرار وفد اللہ کا نام لے کر کرایہ کا انتظام کیے بغیر ایمان پلے باندھ کر سیالکوٹ روانہ ہوا، چودھری اللہ بخش گنائی کو جماعت کی مالی حالت کا علم تھا۔ زیور لے آئے کہ محض مالی موانعات وفد کی واپسی کا باعث نہ ہوں، لیکن گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے دوستوں کی دریا دلی نے اس امداد سے بے نیاز کر دیا۔ کچھ عرصہ تو حکام تعجب سے دریافت کرتے رہے کہ احرار کون ہوتے ہیں، ان دنوں ہمارا محض نام تھا، کوئی واقعہ اور تاریخ نام کے ساتھ وابستہ نہ تھی، اس لیے ریاست کے ذمہ دار افسر ہمارے سیالکوٹ پہنچنے سے پہلے شہر آ پہنچے کہ دیکھیں احرار کیا بلا ہیں۔

ہماری آمد پر دو ہزار سرخ پوش والنٹیر وں نے سرخ پھریرے اڑاتے ہوئے بینڈ باجے کے ساتھ جلوس نکالا تو ریاست کے افسران نے خیال کیا کہ احرار کے وفد کو ریاست میں داخل ہونے سے منع کرنا جھگڑا مول لینا ہے۔ ہمیں بہشت میں داخلی کی اجازت ہو گئی۔ ہم لطف اندوز ہونے کے لیے نہ چلے تھے بلکہ جنت میں جہنم کا سماں دیکھنے چلے تھے۔ بہتے پانی کے کنارے سایہ دار درختوں کے نیچے چیتھڑوں میں لپٹے اور غربت میں پلے کشمیری ہر طرف نگاہوں کو زخمی کرتے تھے۔ ہر خوش پوش سیاح سے وہ آہوانِ صحرا کی طرح ڈر کر بھاگ جاتے اور محبت سے بلاؤ تو سہمے سہمے آتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سرکار دربار کے سپاہی پیادے جس گاؤں میں آتے ہیں، گاؤں کے گاؤں بیگار میں پکڑ کر لے جاتے ہیں، ہر باہر سے آنے والا سیاح ان لوگوں کی روایتی بزدلی سے آگاہ ہو کر راہ چلتے بھی انھیں ڈراتا دھمکاتا ہے۔ غیر ہمدرد حکومت جو خوفناک تباہی کر سکتی ہے، وہ کشمیر کی عام آبادی اور خصوصاً مسلمان رعایا کے حال سے ظاہر ہے۔

انگریزی حکومت کے پروردہ ہندوستانی، انگریز سے زیادہ استعمار پرست اور آزادی کے مخالف ہوتے ہیں۔

حکام ریاست نے ہمیں داخلہ کی اجازت دے دی۔ سری نگر میں سرکاری ہاؤس بوٹ اور خورد و نوش کا اعلیٰ انتظام کر دیا۔ ساتھ ہی اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ مخالفانہ پروپیگنڈا میں روپیہ پانی کی طرح بہانا شروع کر دیا۔ مشہور ہوا کہ غریب احراری ریاست کے سنہری جال میں پھنس گئے، غریب کی قوت ایمانی پر کوئی کتنے دن یقین کرے، امراء تو قدرتی طور پر تحریک آزادی سے الگ ہوتے ہیں۔ غریب کشمیریوں نے بھی شک کرنا شروع کر دیا لیکن ہم حالات سے نہیں گھبرائے، بلکہ ریاست کو بہتر مشورہ دیتے رہے اور بہتر مشورہ یہی تھا کہ شیخ عبداللہ اور دوسرے کشمیری زعماء سے صلح کی بات چیت کرے۔

انگریزی حکومت ریاست میں ایک حد تک ایجی ٹیشن کی متحمل رہی لیکن اسے یہ صورت بھی منظور نہ تھی کہ کشمیر آزادی کا مطالبہ پیش کر دے۔ چنانچہ ریاست کے ساتھ انگریز ہمدردی پورے طور پر شامل تھی۔ مردود کشمیر کمیٹی کو بھی سری نگر آنے کی دعوت دی گئی تا کہ احرار کے خلاف محاذ قائم کیا جائے اور کشمیر کے زعماء کو ایسے مطالبہ سے باز رکھا جائے۔ جس کا نتیجہ کسی وقت آئینی آزادی ہو، کشمیر کے حقیقی دشمنوں کی خواہش یہ تھی کہ زعماء کشمیر سے ایسا مطالبہ پیش کرایا جائے جو معمولی اصلاحات کا ہو اور زیادہ تر ملازمتوں کے جھگڑے پر ختم ہو جائے۔ ہم نے زعمائے کشمیر سے گزارشوں کے تمام اسلوب یہ سمجھانے میں برت کر دیکھے کہ یہ ملازمتوں کا حصول آئین کے تابع ہوتا ہے، جو لوگ آئین پر قابض ہو جائیں، ملازمتوں کے حل کے وہی مختار ہوتے ہیں، تحریکوں کا بار بار کامیابی سے اٹھنا بہت مشکل ہے۔ اب جب تحریک اٹھی ہے تو مطمع نظر بلند رکھ کر قومی عزم کو مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ (جاری ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست (سرور صلی اللہ علیہ وسلم) نے سات چیزوں کا حکم فرمایا:

(۱) مسکینوں سے محبت کروں اور ان سے قریب رہوں

(۲) اور حکم دیا کہ دنیاوی حالتوں میں اسے دیکھوں جو مجھ سے کم ہے اور اسے نہ دیکھوں جو مجھ سے (مال و دولت وغیرہ میں) بڑا ہوا ہے

(۳) اور حکم دیا کہ صلہ رحمی کروں (یعنی رشتے داروں سے اچھا سلوک کروں اور ان کا دھیان رکھوں) اگرچہ رشتہ دار مجھ سے منہ موڑ لیں

(۴) اور حکم دیا کہ اللہ کے علاوہ کسی سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کروں

(۵) اور حکم دیا کہ سچ کہوں اگرچہ کڑوا لگے

(۶) اور حکم دیا کہ اللہ کے (حکم کے) بارے میں کسی برا کہنے والے کے برا کہنے سے نہ ڈروں

(۷) اور حکم دیا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھا کروں، کیونکہ یہ کلمات عرش کے نیچے خزانے میں سے ہیں

(مشکوۃ المصابیح ص ۴۴۹)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام انوارِ انوری (سوانح وملفوظات حضرت علامہ انور شاہ کشمیری) مؤلف: حضرت مولانا محمد انوریؔ مبصر: صبیح ہمدانی

ضخامت: ۵۹۲ صفحات قیمت: درج نہیں ملنے کا پتہ: صاحبزادہ محمد راشد انوری، کراچی 0300-2421646

اسلام کی تاریخ کو علم وفضل کے روشن ستاروں کی کہکشاں کہا جا سکتا ہے۔ مگر ان روشن نجوم وکواکب میں کچھ کی تابندگی اس کہکشاں میں بھی نمایاں ہے۔ خاتم المحدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ کا شمار ایسے ہی غیر معمولی رجال میں ہوتا ہے۔ حضرت علامہ قدس سرہ علوم اسلامیہ کے اعجاز کا مظہرِ عظیم تھے۔ ان کے احوال ومناقب پڑھنے اور سننے والوں کو حیرت میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بے ساختہ حضرت حق جلّ مجدہ کے علیم وعلاّم ہونے پر ایمان بڑھ جاتا ہے۔ ان کے معاصرین نے بجا طور پر انھیں حقانیت اسلام کی دلیل، قرن اول کے اولوالعزم رجال کے معزز قافلے سے پیچھے رہا ہوا فردِ فرید، اور متاخرین کی جانب سے اوائل کے سامنے مایۂ امتیاز قرار دیا۔

حضرت علامہ سے علمی وعملی استفادہ کرنے والوں میں حضرت مولانا محمد انوریؔ طرازِ اول کے بزرگ تھے۔ بلکہ انھوں نے اپنے نام کے ساتھ 'انوری' کے لاحقے کا اضافہ علامہ کشمیری کی محبت میں ہی کیا، کہ حضرت علامہ ان کے استاذ الحدیث تھے۔ انھیں حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ سے بہت قریب اور بہت عمدگی سے استفادہ ومشاہدہ کرنے کا موقع میسر رہا۔ وہ زندگی بھر اپنے عظیم المرتبت استاذ کا ذکرِ جمیل کرتے رہے۔ حضرت مولانا محمد انوریؔ نور اللہ مرقدہ کا ایک تعارف یہ بھی ہے کہ وہ سیدنا حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مجازِ مطلق اور اس مبارک ومعظم سلسلے کے اعاظم مشائخ اور اہل علم وعمل متصوفین میں سے تھے۔

زیرِ نظر کتاب حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کی اولین اور مستند ترین سوانحِ حیات ہے۔ جسے مولانا محمد انوریؔ نور اللہ مرقدہ نے تالیف فرمایا تھا۔ کتاب پہلی بار سن ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اب ایک عرصے کے بعد حضرت مولانا انوری کے لائق نبیرہ اور قابل وارث جناب صاحبزادہ محمد راشد انوری اور مولانا عمران فاروق صاحبان نے تسہیل، ترتیب ونئے حواشی سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

کتاب کے ہر صفحے پر متن کے مشکل اور نامانوس الفاظ پر نمبر لگا کر صفحے کے زیریں حصے میں ان کے آسان مترادفات درج کیے گئے ہیں۔ محققان طبع ہذا کی مساعی اور محنت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ متنِ کتاب صفحہ نمبر ۳۳۰ پر مکمل ہو جاتا ہے، اور وہاں سے آخرِ کتاب تک قابلِ قدر حواشی وتشریحی نوٹس ہیں جنھیں محقق صاحبان نے ترتیب دیا

ہے۔ان نوٹس میں حضرت مؤلف کتاب سمیت متن میں مذکور اعلام وافراد کے احوال بہت محنت سے یکجا کیے گئے ہیں۔ کتاب میں متعدد اسناد ودستاویزات (مثلاً حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ کی سندِ حدیث، حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ اور مولانا محمد انوری کا نقشِ تحریروغیرہ) کے عکوس بھی شامل کیے گئے ہیں۔کتاب کے پس سرورق حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، حضرت علامہ انورشاہ کشمیری، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری اور حضرت مولانا محمد انوری نوراللہ مراقدہم کے مقابر کی تصاویر طبع کی گئی ہیں۔

ایک اہم، مستند، روحانی اور معنوی کتاب بلاشبہ ایک بہت ہی خوبصورت اور منضبط ایڈیشن کے ملبوس میں شائع کی گئی ہے۔دعا ہے کہ ان حضرات کرام کے انفاس کی برکت سے قارئین کو بیش از بیش فائدہ ہو۔

نام: کلیات انوری (جلد دوم) ترتیب: صاحبزادہ محمد راشد انوری ومولانا عمران فاروق ضخامت: ۲۶۴ صفحات

قیمت: درج نہیں ملنے کا پتہ: صاحبزادہ محمد راشد انوری، کراچی 0300-2421646

حضرت مولانا محمد انوری قدس سرہ کا ذکر خیر ابھی سطور بالا میں ہوا۔ان کے نعم الخلف لنعم السلف نبیرہ جناب صاحبزادہ محمد ارشد انوری حفظہ اللہ اپنے آبائے کرام کے فوائدِ علمیہ سے اہلِ شوق کو محظوظ کررہے ہیں۔اس سلسلے کو انھوں نے 'کلیات انوری' کا نام دیا ہے، جس کی پہلی کتاب (کلیات انوری جلد اول) پر نقیب ختم نبوت کے انھی صفحات میں اطلاعاتی نوٹ اور تبصرہ شائع ہو چکا ہے۔

زیرنظر کتاب اسی سلسلے کی دوسری کڑی ہے۔پہلی جلد میں حضرت مولانا محمد انوری کے رسائل شامل تھے۔یہ جلد چھے رسائل پر مشتمل ہے۔جن میں دو رسائل (ا: ختم مرسومۃ الہند، ۲: تنبیہ الغافلین) حضرت مولانا محمد انوری کے والد ماجد حضرت مولانا فتح الدین رشیدی رحمہ اللہ کے قلم سے ہیں جبکہ چار رسائل (ا: **الاربعین فی وظائف بعد الصلاۃ للنبی الأمین**، ۲: **الأربعین فی اکرام المسلمین**، ۳: اتحاد بین المسلمین کا اخلاقی پہلو، ۴: مختصر چہل حدیث) حضرت مولانا ایوب الرحمان انوری (ابن حضرت مولانا محمد انوری رحمہما اللہ) کے تحریر وتالیف کردہ ہیں۔میں حضرت کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا جسے ان کے نبیرہ صاحبزادہ محمد راشد انوری (ابن حضرت مولانا محمد ایوب الرحمان انوری رحمۃ اللہ علیہ) حضرات مرتبین (جناب صاحبزادہ محمد راشد انوری اور مولانا ابوحذیفہ عمران فاروق) نے ان رسائل کو عمدہ کمپوزنگ میں تخریج وتدوین کے اصولوں کے مطابق شائع کیا ہے۔جلد بندی اور کاغذ سمیت کتاب متعدد حسی ومعنوی محاسن سے مزین ہے۔اور انھی خصوصیات کی وجہ سے بہت سہل الاستفادہ بھی۔

یہ رسائل دین متین کی صحیح تعلیمات سے آگاہ ہونے اور ان قدسی صفت بزرگوں کے انفاس سے فیضیاب ہونے کے لیے انتہائی مفید ہیں۔

☆......☆......☆

اخبارُ الاحرار

لاہور(3دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے ایوان احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں ماہانہ درس قرآن پاک کی نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دین مکمل ضابطہ حیات ہے، اللہ پاک کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اسلام ایسا دین ہے جو تمام زمانوں کے لیے کافی ہے، اسلام کو کبھی زوال نہیں ہوگا، دین سے پھر جانے والوں سے اللہ کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ساتھ دیں، دین کو سب پر مقدم رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت مسلمان کے ایمان کی اساس ہے اور قرآن پاک سرچشمہ ہدایت ہے، شعائر اسلامی کی بے حرمتی مسلمان کسی صورت برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان ایک اسلامی ریاست تھی جس کو طاغوطی طاقتوں نے تہس نہس کر دیا لیکن اللہ نے ان کی مدد کی اور عالمی طاقتیں جدید ترین ٹیکنالوجی اور افرادی قوت رکھنے کے باوجود آج افغانستان سے نکلنے کا محفوظ راستہ مانگ رہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کرتار پور راہداری سکھوں کے نام پر قادیانیوں کو سہولت دینے کے لیے کھولا گیا ہے، دینی جماعتوں کے رہنما اس پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں، قادیانیوں کے داخلے کو روکنے کے لیے مؤثر حکمت عملی وضع کی جائے۔

لاہور(3دسمبر) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے امریکہ کی جانب سے توہین رسالت کے مرتکب (ملزم) ملتان کے سابق لیکچرر جنید حفیظ کو ظلم کا شکار قرار دینے کے فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ یہ سب کچھ دراصل نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے اور اقلیتوں کے تحفظ کے نام پر مسلمانوں اور ان کے عقائد کو زیر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی (USCIRF) نے ملتان میں توہین رسالت کے ملزم سابق لیکچرر جنید حفیظ کو عالمی ظلم کے شکار (گلوبل وکٹم ڈیٹا بیس) کی فہرست میں شامل کرتے ہوئے ملتان میں اس کی جان کو جن شدید خطرات کا اظہار کیا وہ من گھڑت ہے اور پاکستان کے قانون اور عدالتوں پر عدم اعتماد کے مترادف ہے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ توہین رسالت کے ملزموں کو امریکہ اور بین الاقوامی لابیاں ہائی لائٹ کر کے ان کو بچانے کے لیے دباؤ بڑھاتی ہیں اور پاکستان جیسے ملک کے حکمران اور فیصلہ کرنے والی قوتیں توہین رسالت کے ملزمان کو ماورائے آئین وقانون رہا کروا کر نہ صرف بیرون ممالک سیٹل کرواتی ہیں بلکہ پاکستان کیخلاف منفی پراپیگنڈہ کر کے اس کو بدنام کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنید حفیظ کا مقدمہ عدالت میں زیر سماعت ہے اور کسی قسم کا ناروا سلوک اس کے ساتھ نہیں برتا جارہا اور نہ ہی کسی جانبداری کا مظاہرہ کیا جارہا ہے۔ انہوں نے انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں سے درخواست کی ہے کہ وہ پاکستانی قوانین پر عمل درآمد کے حوالے سے غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا کریں اور جناب نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والوں کی جانبداری ترک کردیں۔

لاہور(5دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ اس وقت ملک میں سیاسی محاذ آرائی دراصل سیکولر انتہا پسندی کا شاخسانہ ہے اگر ہم حقیقت میں گھمبیر مسائل اور مشکلات سے نکلنا چاہتے ہیں تو قیام ملک کے اصل مقصد اسلامی نظام کو نافذ کردیا جائے، بصورت دیگر فلاح کا کوئی راستہ باقی نہیں۔ گزشتہ روز راولپنڈی اور اسلام آباد کے ایک روزہ دورے کے موقع پر محلّہ آریا لیاقت باغ راولپنڈی میں چودھری صادق حسین کی رہائش گاہ پر رفقاء احرار سے ملاقات کے موقع پر اظہار خیال کررہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان کی طرح سینیٹ کے چیئرمین اور قومی اسمبلی کے سپیکر کے لیے بھی مسلمان ہونے کی شرط آئین کا حصہ ہونا چاہیے، کیونکہ صدر پاکستان کی عدم موجودگی میں چیئرمین سینیٹ اور سپیکر قومی اسمبلی کی ذمہ داریاں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ کہیں اس وجہ سے کوئی بحران پیدا نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ سول اور فوج کے اہم عہدوں سے

قادیانیوں کو فی الفور ہٹایا جانا ملکی سلامتی کا تقاضا ہے۔ انہوں نے مجلس احرار اسلام کے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ آئین اور قانون کے اندر رہتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی پر امن جدوجہد کو تیز کر دیں اور 29 دسمبر کو ''یوم تاسیس احرار'' نئے جوش وجذبے کے ساتھ منائیں۔ اس موقع پر مولانا عبدالرحمٰن، محمد ناصر، خالد محمود کھوکھر، مولانا محمد وقاص اور اعجاز محمود بھی موجود تھے۔

لاہور (7 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے جامع مسجد ختم نبوت چندرائے روڈ لاہور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ریاست مدینہ کے دعویدار حکمران سیاست مدینہ سے کوسوں دور ہیں اور ریاست مدینہ کا نام ایکسپلائٹ کیا جا رہا ہے جو کسی طور بھی قرین قیاس اور قرین انصاف نہیں۔ انہوں نے کہا کہ بنیادی کام عقائد کی تعلیم اور اس تعلیم کی بنیاد پر افراد کی تربیت اور پھر اسلامی ریاست کا قیام ہے لیکن یہاں تو سب کچھ الٹ چل رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اور عالم کفر ہمارے عقیدے پر وار کر رہا ہے جبکہ ہمارے حکمران امریکہ اور عالم کفر کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں ایسے میں ریاست مدینہ کے نام پر دھوکہ کھانے کی بجائے اس کے تصور کو علمی وفکری طور پر اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ سابق فوجی آمر پرویز مشرف کو اس کے منطقی وفطری انجام تک پہنچا دینا چاہیے جو قوتیں پرویز مشرف کو بچانے میں لگی ہوئی ہیں وہ غدار اور قاتل کو بچانا چاہتی ہیں، جو ملک اور قوم کے ساتھ بھی ظلم ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی فتنے کی جڑیں کاٹنے کی بجائے اسے پنپنے کے مواقع اور وسائل مہیا کیے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد جناب نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نے پوری دنیا پر حکمرانی کی اور دنیا کے سماج اور کلچر کو بدل کے رکھ دیا آج بھی ہم اسی انقلاب اور قیام ریاست مدینہ کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو پھر اسی اسوۂ کی مکمل پیروی کرنا ہوگی۔ بعدازاں عبداللطیف خالد چیمہ نے مرکزی دفتر احرار لاہور میں میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار، ڈاکٹر شاہد محمود کاشمیری، قاری محمد قاسم بلوچ، ڈاکٹر ضیاء الحق قمر، بابا حبیب احمد، مہر اظہر حسین وینس اور دیگر رہنماؤں اور کارکنوں سے ملاقات اور مشاورت کی جس میں طے پایا کہ 29۔ دسمبر کو ملک بھر میں یوم تاسیس احرار جوش وجذبے کے ساتھ منایا جائے گا۔

لاہور (8 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے وفاقی وزیر سائنس وٹیکنالوجی فواد چودھری کی جانب سے آنجہانی قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کو ہیرو اور مشنری مین قرار دینے کے حوالے سے اپنے ردعمل میں اسے حقیقت کے برعکس قرار دیتے ہوئے شدید الفاظ میں اس کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ ڈاکٹر عبدالسلام نے وطن عزیز کے ایٹمی راز امریکہ کو فراہم کر کے امریکہ کا حق الخدمت ادا کیا اور اس بات کا حوالہ سابق بیوروکریٹ زاہد ملک نے اپنی کتاب اسلامی بم اور ڈاکٹر عبدالقدیر خان میں دیا ہے، اس کے علاوہ ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کو لعنتی ملک قرار دیتے ہوئے ایک سائنسی کانفرنس میں شرکت کرنے سے یہ کہہ کر انکار کیا تھا کہ ''میں ایسے لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا جہاں کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہو''۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے لاہور سے چیچہ وطنی روانگی سے قبل اپنے بیان میں کہا کہ آئین وقانون کی بالادستی کو یقینی بنانے کی بجائے ان کیخلاف سازشوں کو آگے بڑھایا جا رہا ہے اور آئین کی اسلامی دفعات خصوصاً قانون توہین رسالت اور قانون تحفظ ختم نبوت کو غیر مؤثر یا ختم کرنے کے لیے طویل دورانیے والی خطرناک سازشیں ہو رہی ہیں لیکن نامساعد حالات کے باوجود یہ سازشیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے لاہور میں بم دھماکے اور امن وامان کی صورتحال پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ موجودہ سیاسی انتہا پسندی اور کرپشن نے ملک کا دیوالیہ کر کے رکھ دیا ہے ایسے میں سودی معیشت سے نجات اور اسلامی نظام کا مکمل نفاذ ہی ہماری دنیا وآخرت کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے۔

لاہور (9 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی جنرل سیکرٹری میاں محمد اویس صاحب نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت وحدت امت کی بنیادی علامت ہے۔ حضور ﷺ کی فرمانبرداری میں ہی دنیا وآخرت کی کامیابی ہے انہوں نے ایوان احرار میں

کارکنان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہم سب کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری ہمیں اپنے اکابرین سے ورثہ میں ملی ہے۔انہوں نے کہا کہ قادیانی ملک کیخلاف مہرے کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے کردار سے نئی نسل کو آگاہ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔انہوں نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت روح ایمان کا چراغ ہے ''اور یہ چراغ ہم قیامت کی صبح تک بجھنے نہیں دیں گے''۔انہوں نے کہا کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ عقیدہ ختم نبوت پر کسی قسم کی لچک نہیں دکھائیں گے۔اور آخری سانس تک اس عقیدہ کا تحفظ اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ کریں گے۔

اسلام آباد (10 دسمبر) اسلام آباد بار ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری راجہ یاسر شکیل ایڈووکیٹ نے کہا ہے کہ جولائی 2019 میں اسلام آباد بار ایسوسی ایشن نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا کہ بار کی آئندہ ہونے والی ممبر شپ کے لیے عقیدہ ختم نبوت پر مکمل یقین و ایمان والے حلف نامہ کو لازمی قرار دیا جائے چنانچہ اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا تھا اور لازمی قرار دیا گیا تھا کہ وکلاء اس حلف پر مکمل عمل درآمد کریں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ کو راجہ یاسر شکیل ایڈووکیٹ نے بتایا ہے کہ اس حلف کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ قادیانی اپنا بھیس بدل کر بار ایسوسی ایشن کو دھوکہ دیتے تھے انہوں نے بتایا کہ 2020 کے لئے نئی ممبر شپ حاصل کرنے والے وکلاء تیزی کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کا حلف نامہ بار ایسوسی ایشن اسلام آباد کے دفتر سے حاصل کر کے ضابطے کے مطابق جمع کروا رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ فیصلہ اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ قادیانیت کے اسلام اور پاکستان مخالف ہتھکنڈوں کا سدباب کیا جا سکے عبداللطیف خالد چیمہ نے اس فیصلہ پر عمل درآمد کا خیر مقدم کرتے ہوئے ملک بھر کی وکلاء تنظیموں سے اپیل کی ہے کہ وہ بھی اپنی اپنی بار ایسوسی ایشنز کے لیے اس قسم کے حلف نامے کو لازمی قرار دیں۔

لاہور (13 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے خطباء اور مبلغین ختم نبوت نے مختلف مقامات پر اجتماعات جمعۃ المبارک سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی پر امن جد جہد وطن عزیز کی بقاء و سلامتی کی ضامن ہے اور ہمارے ایمان کی بنیاد بھی۔انہوں نے کہا کہ فتنہ ارتداد مرزائیہ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے اسکی سرکوبی کے لئے جنگ یمامہ سے لے کر اب تک شہادتوں اور قربانیوں کا لازوال سلسلہ جاری ہے۔مبلغین نے کہا کہ ختم نبوت کا عقیدہ وحدت امت کی ضمانت بھی مہیا کرتا ہے۔اور تاریخ شاہد ہے کہ امت جب بھی اکھٹی ہوئی تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے عقیدے پر اکٹھی ہوئی اور جان و مال کی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا گیا۔قاری محمد یوسف احرار، مولانا محمد مغیرہ، مولانا تنویر الحسن احرار، قاری محمد قاسم بلوچ، مولانا محمد سرفراز معاویہ، مولانا محمد اکمل، قاضی ذیشان آفتاب، اور دیگر رہنماؤں نے اپنے اپنے خطاب اور بیانات میں اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی کوشش کو نہ مسائد حالات کے باوجود اور ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ہر حال میں جاری رکھا جائے گا۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے اپنے بیان میں پی آئی سی میں بعض وکلاء کی انسانیت سوز غنڈہ گردی کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ ہسپتالوں کو تو جنگوں میں دشمن بھی استثناء دے دیتے ہیں لیکن یہاں تو قانون کے ماہرین اور رکھوالوں نے انسانیت پر جو ظلم ڈھایا ہے اسکی مثال تاریخ میں نہیں ملتی انہوں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ وکلاء کی غنڈہ گردی میں شامل وزیر اعظم عمران خان کے بھانجے کو بچایا جا رہا ہے۔

لاہور (16 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ ، نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور ڈپٹی سیکرٹری جنرل میاں محمد اویس نے کہا ہے کہ اگر قیام ملک کے وقت کے وعدے یعنی اسلامی نظام نافذ کر دیا جاتا تو ملک کی جغرافیائی و نظریاتی سرحدیں محفوظ رہتیں اور سقوط ڈھاکہ جیسا سانحہ پیش نہ آتا۔16 دسمبر یوم سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ یہ خطہ طویل قربانیوں کے بعد حاصل کیا گیا تھا لیکن اس کے اقتدار پر براجمان

رجیم نے اس کو حاصل کرنے کے مقاصد سے پوری طرح انحراف برتا اور وعدوں کے مطابق قرآن وسنت کا نظام نافذ نہ کیا گیا جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں نفرتوں کے بیج بوئے گئے اور آخر کار سقوط ڈھاکہ جیسا سانحہ رونما ہوا۔عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کیخلاف نفرتیں ابھارنے میں قادیانیوں نے اپنا مکروہ کردار ادا کیا اور اس کا تذکرہ شہید پاکستان مولوی فرید احمد نے اپنی کتاب میں بھی کیا ہے۔سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ اکھنڈ بھارت کا نام نہاد الہامی عقیدہ رکھنے والی قادیانی جماعت اب بھی اکھنڈ بھارت کے لیے سازشیں کر رہی ہے اور یہ سب کچھ امریکی وصہیونی ایجنڈے کے مطابق ہو رہا ہے تاکہ ایک ماڈل اسلامی ریاست وجود میں نہ آ جائے۔میاں محمد اویس نے کہا کہ ملکی وحدت کو قائم رکھنے کے لیے علاقائی ونسلی تعصّبات سے بالاتر ہو کر پالیسیاں مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے کہا کہ نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان آپس میں لازم وملزوم ہیں۔انہوں نے کہا کہ فرقہ واریت اور طبقہ واریت سے جان چھڑانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ کی دھرتی پر اللہ کا نظام قائم کرنا۔

مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں نے سانحہ اے پی ایس کے دن کی مناسبت سے کہا ہے کہ انتہائی دکھ اور کرب کی بات ہے کہ نونہالان قوم کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا اور قوم کے معماروں نے اس قسم کے سانحات کی اصل وجوہ تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔رہنماؤں نے کہا کہ بے گناہ انسانوں اور معصوم جانوں کا قتل، قتل ناحق ہے یہ پوری انسانیت کا قتل ہے اس قسم کے گھمبیر مسائل سے نجات کا واحد راستہ بانی پاکستان محمد علی جناح کے فرمودات کے مطابق ملک میں اسلام کا عادلانہ نظام کا نفاذ ہے۔انہوں نے کہا کہ سیکولر انتہا پسندی اور سیاسی انارکی نے ملک کی سیاسی واقتصادی جڑیں کھوکھلی کر کے رکھ دی ہیں اور حصول اقتدار کی کشمکش نے ملک کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات ڈاکٹر عمر فاروق احرار نے بتایا ہے کہ مجلس احرار اسلام کا 90 سالہ یوم تاسیس ملک بھر میں جوش وجذبے کے ساتھ منایا جائیگا اور احراری روایات کے مطابق پرچم کشائی کی تقریبات بھی ہوں گی۔

لاہور (17 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے سابق صدر پاکستان، ڈکٹیٹر پرویز مشرف کو خصوصی عدالت کی طرف سے سزائے موت کے فیصلے کو مکافات عمل قرار دیا ہے۔قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری اور میاں محمد اویس نے اپنے ردعمل میں کہا ہے کہ پرویز مشرف نے آئین کو توڑا، بنیادی حقوق سلب کیے بے گناہ انسانوں کو قتل کیا۔قومی مفادات ذبح کیے، لال مسجد کے بچوں اور بچیوں کو لہولہان کیا سفاکیت اور ظلم کی انتہا کر دی اب اس کیخلاف عدالتی فیصلے نے ایک نئی تاریخ رقم کی ہے جس سے حکمرانوں اور سیاستدانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

لاہور (20 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنماؤں اور مبلغین نے مختلف مقامات پر اپنے اپنے خطبات جمعۃ المبارک اور بیانات میں سابق فوجی ڈکٹیٹر پرویز مشرف کیخلاف خصوصی عدالت کے فیصلے کو قانون کی حکمرانی سے تعبیر کرتے ہوئے کہا ہے کہ جوں جوں جبر اور تعصب کے بادل چھٹیں گے حقیقت آشکارا ہوتی جائے گی۔رہنماؤں اور مبلغین نے کہا کہ قوم کے فرزندوں اور بیٹیوں کو ڈالروں کے عوض امریکہ کو فروخت کرنے والے پرویز مشرف کو اس سزا کا سنایا جانا بربنائے حقیقت ہے اور مظلوموں، مقتولوں اور شہیدوں کے ورثاء کے دل کی آواز بھی۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس، قاری محمد یوسف احرار اور ڈاکٹر عمر فاروق احرار نے اپنے مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ عدالتی فیصلے کے خلاف مہم جوئی آئین وقانون سے ماورا ہے اور کوئی بڑی سے بڑی بااثر شخصیت بھی آئین اور قانون سے بالا نہیں ہوسکتی۔انہوں نے کہا کہ ملک کے مختلف حصوں میں اور خصوصاً لال مسجد میں بچوں اور بچیوں کے چیتھڑے آج بھی پرویز مشرف سے انتقام کی صدا لگا رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ سیاسی اور وقتی مصلحتوں کے تحت کسی ظالم کے ظلم کو چھپایا نہیں

جاسکتا۔انہوں نے امریکی ایوان نمائندگان میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کیخلاف مواخذے کی دو قراردادیں منظور ہونے کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ اختیارات کے ناجائز استعمال کے مواخذے کا رواج پڑنا چاہیے کہ یہ جمہوریت کی روح ہے۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر رہنماؤں نے سید محمد کفیل بخاری کے چچا ڈاکٹر سید ابوذر بخاری کے انتقال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے۔

لاہور (22 دسمبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ نئے عالمی معاہدات کے تحت پاکستان میں دینی مدارس کیخلاف گھیرا تنگ کرنے کا نیا راؤنڈ شروع ہو رہا ہے۔ایف اے ٹی ایف کی طرف سے حکومت پاکستان کو 150 سوالات پر مشتمل سوالنامہ ارسال کیے جانے پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دینی مدارس کے متعلق بار بار اس قسم کی پالیسیز دراصل نئے قانونی اقدامات کی ابتداء ہے جس کا مقصد دنیا بھر میں قرآنی تعلیمات کے بڑھتے ہوئے پھیلاؤ کو روکنا ہے ۔انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ تمام مکاتب فکر کے وفاقوں کو اس قسم کے بین الاقوامی دباؤ کی گہرائی پر سنجیدگی سے غور کر کے مشترکہ لائحہ عمل کی طرف آنا چاہیے تاکہ دینی مدارس قانون کے مطابق آزادانہ ماحول میں اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں۔

ملتان (6 دسمبر) مجلس احرار اسلام ملتان کے ذمہ داران و کارکنان کا اجلاس ضلعی امیر مولانا محمد اکمل کی صدارت میں 6 دسمبر 2019 مطابق 8 ربیع الثانی 1441ھ بروز جمعہ دار بنی ہاشم میں منعقد ہوا جس میں چناب نگر میں ہونے والی 42 ویں سالانہ احرار ختم نبوت کانفرنس کا جائزہ لیا گیا اور اس کو آئندہ مزید بہتر کرنے کے حوالے سے مشاورت ہوئی۔مجلس احرار کے 90 سالہ یوم تاسیس کی تیاریوں کے حوالے سے مشاورت کی گئی۔اجلاس میں بتایا گیا کہ ضلع ملتان کی جماعت کے اب تک الحمدللہ دس یونٹس قائم ہو چکے ہیں جن میں سے ضلع ملتان کی جماعت کی شوریٰ و عاملہ کی تشکیل دی گئی اور ارکان کا انتخاب کیا گیا ہے۔

3 روزہ دورہ ضلع گجرات: 22,21,20 دسمبر 2019ء (رپورٹ: محمد سفیان ناگڑیاں)

مجلس احرار اسلام ضلع گجرات کے امیر قاری محمد ضیاء اللہ ہاشمی کی دعوت پر مجلس احرار اسلام پنجاب کے ناظم مولانا تنویر الحسن احرار 19 دسمبر کو ضلع گجرات کے تین روزہ جماعتی و دعوتی دورہ پر ضلع گجرات تشریف لائے۔20 دسمبر کی صبح بعد نماز فجر جامع مسجد احرار ماڈل ٹاؤن گجرات میں درس قرآن دیا۔صبح 10 بجے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے آبائی گاؤں ناگڑیاں روانہ ہو گئے۔حضرت امیر شریعتؒ کے والد ماجد حضرت حافظ سید ضیاء الدین بخاریؒ اور خاندان کے دیگر بزرگ اسی گاؤں میں تہہ خاک آرام فرما ہیں۔20 دسمبر کا خطبہ جمعہ قائد احرار ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری مدظلہ کے مخلص دوست مولانا غلام رسول شوقؒ کی جامع مسجد خلافت راشدہ کوٹلہ میں دیا،اسی طرح چوہڑ پور، ناگڑیاں، چوہڑ چک، سدوال کلاں، عمروال، چھوکر خورد، میں دروس قرآن و تحفظ ختم نبوت پیش فرمائے۔علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام کے 90 سالہ یوم تاسیس کے حوالے سے ضلع گجرات کے کارکنان میں تحرک پیدا کیا اور اس موقع پر ایک پروقار تقریب منعقد کرنے بارے مشاورت کی۔انہوں نے کارکنان احرار سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اکابر احرار نے سب سے پہلے اجتماعی صورت میں ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کو برصغیر میں شروع کیا اور الحمدللہ 90 سال ہو گئے ہیں کہ ختم نبوت کا پیغام گھر گھر پہنچایا جا رہا ہے اور دشمنان دین کی سازشوں اور فتنۂ قادیانیت سے عوام الناس کو مکمل آگاہی دی جا رہی ہے۔مسلمانوں کے ایمانوں کو بچانے اور غیر مسلموں کو دعوت اسلام دینے کی محنت پہلے سے زیادہ منظم انداز میں جاری ہے۔الحمدللہ اب تک بہت سے قادیانی، عیسائی اور بہائی مبلغین احرار کی محنت سے دائرہ اسلام میں بلا جبر و اکراہ داخل ہو کر اپنی زندگیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق گزار رہے ہیں۔

21 دسمبر مولانا تنویر الحسن احرار نے قاری ضیاء اللہ ہاشمی کے ہمراہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے استاد حضرت

مولانا قاضی عطاء محمد جو کہ راجوال گاؤں ضلع گجرات کے تھے ان کی قبر پر حاضری دی، 21 دسمبر مجلس احرار اسلام ملکہ ضلع گجرات کے رہنما مولانا سعد کامران صاحب ناگڑیاں تشریف لائے مولانا تنویر الحسن احرار اور قاری ضیاء اللہ ہاشمی سے ملاقات کی اور موجودہ حالات پر خیالات کا اظہار کیا، مولانا تنویر الحسن احرار نے ضلع گجرات کے علماء کرام سے ملاقاتیں کیں، اللہ کے فضل وکرم سے دورہ کامیاب رہا، قاری ضیاء اللہ ہاشمی، بھائی کاظم اشرف احرار، راقم اور حافظ عطاء المحسن، مولانا کے رفیق سفر رہے، اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت کو قبول فرمائے اور اس دورے کو علاقہ بھر کے لیے باعث رحمت بنائے، آمین

مجلس احرار کے مبلغین کا دورہ جنوبی پنجاب

مجلس احرار اسلام کے ناظم دعوت وتبلیغ ڈاکٹر محمد آصف، ضلع ملتان کے امیر مولانا محمد اکمل اور مبلغ احرار مولانا مفتی نجم الحق پر مشتمل تین رکنی وفد نے 13 دسمبر بروز جمعۃ المبارک ضلع مظفر گڑھ حلقہ جنوبی پنجاب کا دعوتی وتبلیغی دورہ کیا۔ ڈاکٹر محمد آصف نے ڈاکٹر عبدالرؤف (امیر مجلس احرار جتوئی سٹی) کے ہمراہ جامع مسجد گرڈ چوک جتوئی میں، مولانا محمد اکمل نے مرکزی عیدگاہ بستی بانہ شریف روہیلانوالی میں احرار کارکن مولوی محمد شمشاد اور حافظ محمد سلیمان کے ہمراہ اور مولانا مفتی نجم الحق نے احرار کے قدیم مرکز جامع مسجد بڑی بستی آرائیں جتوئی میں ڈاکٹر ریاض احمد اور بزرگ احرار کارکن استاد اللہ بخش کی دعوت پر اجتماعات جمعہ میں عقیدۂ ختم نبوت اور اصلاح امت کے عنوانات پر خطابات کیے۔ جبکہ بعد ازاں تمام مقامات پر احرار کارکنان سے گفتگو اور مشاورت ہوئی جس میں مجلس احرار اسلام کے نوے سالہ یوم تاسیس کے حوالے سے تقریبات منعقد کرنے اور جماعت کی تنظیم اور کام کو مزید وسیع کرنے کے حوالے سے ترغیب دی گئی۔ احرار کارکنان نے اس بات کا عہد کیا کہ وہ مجلس احرار اسلام کی دعوت کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں گے اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے مشن کو زندہ رکھیں گے۔

روداد مبلغین احرار کا دورہ لیاقت پور (عبدالمنان معاویہ)

چنی گوٹھ تحصیل لیاقت پور کے مضافاتی گاؤں 6/ چک اعواناں والا میں قادیانی ریشہ دوانیاں دن بدن بڑھ رہی تھی حتی کہ وہاں قادیانی اپنی غیر قانونی عبادت گاہ کھلے عام بنوا رہے تھے جب اس بات کا علم مفتی زبیر صاحب کو ہوا تو انہوں نے اس پر اسٹینڈ لیا۔ ان کے بھائی حافظ عبدالرشید صاحب کا مجاہد ختم نبوت حاجی عبداللطیف خالد چیمہ صاحب مدظلہ سے رابطہ ہوا۔ چیمہ صاحب سے مشاورت قادیانی کام رکوانے تک مسلسل لحہ بہ لحہ جاری ہے۔ اللہ کے فضل وکرم سے قادیانی عبادت گاہ قانونی طریقہ سے رکوا دی گئی۔

اسی سلسلہ میں اہل علاقہ نے ایک دینی اجتماع کا پروگرام بنایا، کافی سوچ بچار کے بعد یہ طے ہوا کہ یہ پروگرام بارہ ربیع الاول کے بعد منعقد کیا جائے۔ سو مفتی زبیر صاحب نے کسی توسط سے تیرہ ربیع الاول کو مجاہد ختم نبوت حاجی عبداللطیف خالد چیمہ صاحب سے ’’ختم نبوت کانفرنس‘‘ میں شرکت کے لیے رابطہ کیا، لیکن افسوس اس تاریخ کو چیمہ صاحب کی دیگر مصروفیات پہلے سے طے تھیں۔ لیکن انہوں نے اس کانفرنس میں شرکت کے لیے مجلس احرار اسلام صوبہ پنجاب کے ناظم حضرت مولانا مفتی تنویر الحسن نقوی صاحب مدظلہ اور مبلغ مجلس احرار اسلام مولانا سرفراز معاویہ صاحب کو حکم دیا۔

23 نومبر بروز ہفتہ ملتان سے رات بعد نماز عشاء اللہ آباد پہنچے۔ علاقے بھر سے دیگر احباب سمیت بزرگ عالم دین حضرت مولانا غلام محمد نقشبندی مدظلہ، جناب ماسٹر ابراہیم، جناب شیخ ارشد عادل، جناب سید عثمان مشتاق ملاقات کے لیے آئے۔ رات تقریباً گیارہ بجے تک نشست رہی۔ 24 نومبر صبح بعد نماز فجر مکی مسجد محلّہ راجپوت میں مولانا سرفراز معاویہ صاحب اور مسجد بلال مین بازار اللہ آباد میں مفتی تنویر الحسن نقوی صاحب نے درس قرآن دیا۔ طے پروگرام کے تحت دونوں مبلغین ختم نبوت نے اپنے

اپنے درس میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور مجلس احرار اسلام کا تعارف کروایا۔

بعدازاں ناشتے کے بعد 6 / چک اعوانوں والے کی جانب روانہ ہوئے۔ وہاں مولانا سرفراز معاویہ نے اپنے بیان میں عقیدہ ختم نبوت اور مجلس احرار اسلام کی عقیدہ ختم نبوت کے سلسلہ میں جدوجہد پر مفصل گفتگو کی۔ ان کے بعد مفتی تنویر الحسن نقوی صاحب کا مدلل و مفصل بیان ہوا، جس میں مفتی صاحب نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عقیدہ ختم نبوت پر بڑے احسن و عام فہم انداز میں گفتگو فرمائی اہل علاقہ نے مبلغین احرار کے بیانات کو بہت سراہا۔

پروگرام سے فارغ ہو کر لیاقت پور میں حضرت مولانا قاری ظہور رحیم عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ہاں جانا ہوا ان سے ملاقات ہوئی اور بعد نماز عصر اللہ آباد کی طرف دوبارہ سفر کا آغاز ہوا، یہاں مولانا غلام محمد چشتی صاحب مدظلہ کے مدرسہ میں بعد نماز مغرب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس تھی۔ جس میں مولانا سرفراز معاویہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ ختم نبوت پر جنگ۔ یمامہ میں بارہ سو صحابہ کرام کا شہید ہونا اور صحابہ کرام کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع سنت بیان فرمایا۔ ان کے بعد مفتی تنویر الحسن نقوی صاحب نے سیرت النبی کے مختلف حسین گوشے اپنے خوبصورت انداز میں بیان فرمائے۔ امیر شریعت رحمہ اللہ اور احرار کا تعارف بھی کروایا۔

رات ساڑھے آٹھ بجے دوبارہ چنی گوٹھ کی طرف روانگی ہوئی جہاں جناح کالونی مسجد طٰہ میں ختم نبوت کانفرنس تھی وہاں مفتی تنویر الحسن نقوی صاحب کا مدلل و مفصل خطاب ہوا۔ رات ساڑھے بارہ بجے وہاں سے نکلے اور پونے دو بجے گھر پہنچے۔ مبلغین احرار کا یہ مختصر دورہ الحمدللہ کامیاب اور مفید رہا، اللہ تعالیٰ اکابر کے اس گلشن کو آباد رکھیں اور ختم نبوت کے مقدس مشن کی حفاظت کے لیے ہمیں قبول کرلے۔ آمین

☆......☆......☆

دعاءِ صحت

- ☆ قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
- ☆ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب کئی برس سے قومہ کی حالت میں ہیں
- ☆ لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب
- ☆ مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے بزرگ کارکن حافظ لیاقت شدید علیل ہیں
- ☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محمد یعقوب خان خواجکزئی
- ☆ حضرت مولانا محمد یسین رحمہ اللہ (سابق مہتمم جامعہ قاسم العلوم ملتان) کے فرزند حافظ محمد شعیب شدید علیل ہیں
- ☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے رہنما مولانا اللہ بخش احرار علیل ہیں
- ☆ مجلس احرار رحیم یار خان کے رہنما مولانا فقیر اللہ رحمانی کی ہمشیر علیل ہیں
- ☆ محمد یعقوب چوہان (رحیم یار خان) کے والد علیل ہیں
- ☆ مجلس احرار اسلام خانپور کے قدیم کارکن محترم مرزا عبدالقیوم بیگ علیل ہیں
- ☆ مجلس احرار ملتان کے کارکن اشفاق احمد کے والد مشتاق احمد علیل ہیں

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

مسافرانِ آخرت

☆ حکیم محمد عبداللہ مرحوم (جہانیاں) کے پوتے اور حکیم عبدالحمید مرحوم کے فرزند حکیم محمد فاروق 13 نومبر کو انتقال کر گئے
☆ بوریوالا جماعت کے قدیم ساتھی رانا محمد خالد کی ہمشیرہ صاحبہ گزشتہ دنوں [چشتیاں] میں انتقال کر گئیں
☆ چیچہ وطنی کے چک نمبر 113/7R میں ہمارے ہم فکر دوست راجہ گل فام کے والد گرامی راجہ جہانگیر عالم، انتقال 23 دسمبر
☆ چیچہ وطنی دارالعلوم ختم نبوت جامع مسجد کے دیرینہ بزرگ معاون مرزا محمد اشرف 23 دسمبر پیر کو انتقال کر گئے
☆ مولانا محمد احمد حافظ (مدیر ماہنامہ وفاق المدارس) حکیم حافظ محمد قاسم کے خالو بشیر احمد مانا والہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئے
☆ محمد صفدر چودھری اور مفتی محمد عثمان کے بھتیجے، چودھری محمد اقبال چیچہ وطنی کے جواں سال فرزند محمد نعمان اقبال، انتقال 3 دسمبر
☆ ماہنامہ محاسنِ اسلام ملتان کے مدیر قاری محمد اسحاق ملتانی اور مجلس احرار اسلام یونٹ مسجد باب رحمت ملتان کے سرپرست قاری محمد لقمان کے والد، مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق مدرس مولانا حبیب الرحمٰن اور قاری عبدالرحمٰن ملتانی کے دادا، مجلس احرار چیچہ وطنی کے ناظم نشریات قاضی عبدالقدیر کے پھوپھا محترم حاجی عبدالقیوم مہاجر مدنی رحمہ اللہ 26 ر دسمبر کو مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔
☆ شبان ختم نبوت قصور کے رہنما سید مطیع الرحمٰن ہمدانی کے نانا محترم سید انور علی شاہ ہمدانی رحمہ اللہ، انتقال 8 دسمبر 2019
☆ ملتان میں ہمارے بزرگ کرم فرما جناب چودھری غلام محمد کی اہلیہ اور برادران چودھری محمد سہیل و چودھری محمد ناصر کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ، انتقال: 14 دسمبر 2019
☆ مجلس احرار سندھ کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی کے چھوٹے بھائی جناب سفیان عمر قریشی رحمہ اللہ، انتقال 14 دسمبر 2019
☆ مجلس احرار اسلام (خان واہ) رحیم یار خان کے قدیم کارکن جناب حافظ محمد جمشید رحمہ اللہ، انتقال 25 دسمبر 2019
☆ اسلام آباد: محمد اعظم صاحب کی صاحبزادی پروفیسر ڈاکٹر درخشاں اعظم، وفات 28 نومبر 2019
☆ چکوال: ڈاکٹر فخر الزمان کی ہمشیر اور حافظ شفیق صاحب کی اہلیہ، انتقال: 8 دسمبر 2019 ☆ صفدر آباد: مہر مدثر اقبال کے چچا حاجی محمد اکرم، انتقال: 10 دسمبر 2019 ☆ میر پور سندھ: شہرت علی کے والد ریاض صاحب، انتقال: 12 دسمبر 2019
☆ سیال شریف: چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی ڈاکٹر خالقداد ملک صاحب کی والدہ، انتقال: 18 دسمبر 2019
☆ لاہور: جامعہ فتحیہ لاہور کے استاد قاری لبیق ساجد بخاری کے والد سید خلیق بخاری مرحوم، انتقال: 24 دسمبر 2019
☆ مجلس احرار اسلام رحیم یار خان کے کارکن طاہر منظور کا نوعمر بیٹا اور مدینہ منورہ رباط مکی کے سابق منتظم مولانا منظور احمد مرحوم کا پوتا عبداللہ طاہر۔ انتقال: 26 دسمبر 2019
☆ جدہ میں حضرت پیری سید عطاء المہیمن بخاری کے دیرینہ دوست قاری محمد رفیق صاحب کے چھوٹے بھائی، انتقال 26 دسمبر
☆ مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق طالب علم محمد حسنین اور محمد نعمان کے بہنوئی محمد شعیب، انتقال: 21 دسمبر 2019
☆ مردان سے تعلق رکھنے والے ہمارے ہم فکر دوست محمد حامد خان کے چچا فقیر محمد، انتقال: 21 دسمبر 2019
☆ مجلس احرار اسلام ڈسکہ کے معاون مولانا سہیل گجر کے تایا جان حاجی محمد صفدر مرحوم، انتقال: 26 دسمبر 2019

اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین

جنت میں گھر بنائیے!

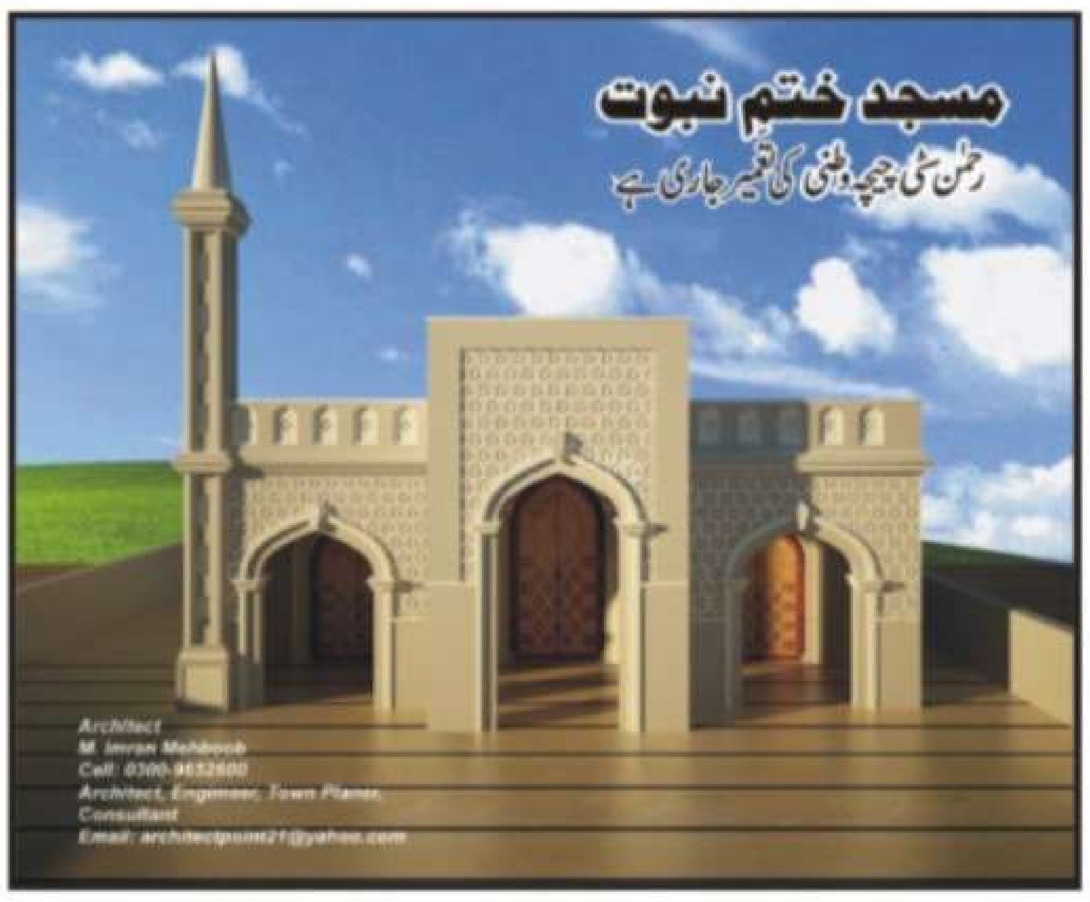

مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی

کے زیر اہتمام چوتھے مرکز احرار

رحمٰن سٹی اوکانوالہ روڈ چیچہ وطنی کی تعمیر کا کام جاری ہے، مسجد کا ہال اور برآمدہ تعمیر ہو چکا ہے، اصحابِ خیر سے اپیل ہے کہ نقد اور مٹیریل کی شکل میں تعاون فرمائیں اور اللہ سے اجر پائیں!

25۔مرلے کے رقبہ پر اِس مرکز میں مسجد، مدرسہ، لائبریری اور ڈسپنسری تعمیر ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ اخراجات کا تخمینہ تقریباً ایک کروڑ روپے سے زائد ہے۔

اکاؤنٹ بنام: دارالعلوم ختم نبوت بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی

اکاؤنٹ نمبر: 076000,4037251873

نیشنل بنک آف پاکستان
جامع مسجد بازار چیچہ وطنی

ترسیل زر و رابطہ: عبداللطیف خالد چیمہ (مدیر مراکزِ احرار چیچہ وطنی)

دفتر دارالعلوم ختم نبوت، جامع مسجد بلاک نمبر 12 چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

منجانب: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی

040-5482253,0300-6939453:

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

”الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہوگیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح وشام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ۔

”اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر وغم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔“ (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ: مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس